





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ
بِيَدِهِ امْرَأَةً لَهُ قَطُّ، وَلَا خَادِمًا لَهُ قَطُّ،
وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ

(رواہ ابو داود والنسائی فی السنن الکبری ج ۸ ص ۲۶۲)

اَلْاِجْتِنَابُ عَنْ ضَرْبِ الطُّلَّابِ







بقلم

پیر طریقت، رہبر شریعت

صاحبزادہ محمد کرم اللہ قادری نقشبندی

المعروف دلبر سائیں مَدَّظِلُّهُ الْعَالِی۔

سجادہ نشین دربار عالیہ فضل آباد شریف ماتلی سندھ





عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللہ عنہا قَالَتْ : وَاللّٰهِ مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ
بِيَدِهِ امْرَأَةً لَهُ قَطُّ ، وَلَا خَادِمًا لَهُ قَطُّ ،
وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ
(رواہ ابو داود والنسائی فی السنن الکبری ج ۸ ص ۲۶۲)

اَلْاِجْتِنَابُ عَنْ ضَرْبِ الطُّلَّابِ

بقلم

پیر طریقت، رہبر شریعت
صاجزادہ محمد کرم اللہ قادری نقشبندی
سجادہ نشین دربار عالیہ فضل آباد شریف ماتلی سندھ

ناشر: جامعہ مدینۃ العلم صالح آباد ملیر کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلاِجْتِنَابُ عَنْ ضَرْبِ الطُّلَّابِ

تالیف

صاحبزادہ محمد کرم اللہ قادری نقشبندی

المعروف **دلبر سائیں**

سجادہ نشین دربار فضل آباد شریف ماتلی

ناشر

جامعہ مدینۃ العلم صالح آباد ملیر کراچی سندھ

باراول تعداد : گیارہ سو

تاریخ : ۲۸ جمادی الاول ۱۴۳۱ ھ

ہدیہ : 100

حاجی عبد الحکیم بائنڈر (ٹائن کاپڑ) حیدر آباد
Mob: 0333-2773812 - 0333-2727682

اہم اعلان : یہ کتاب اور حضرت پیر دلبر سائیں کی جملہ تصانیف اور تقاریر آپ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں سن سکتے ہیں۔ پتہ ہے :

www.peerdilbar.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صداء دل

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ [الأحقاف : ١٥]

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ [النمل : ١٩]

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا [الفرقان : ٧٤]

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً
إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ [آل عمران : ٣٨]

آمين
يَا رَبَّ الْعَالَمِين

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یہ کتاب ایک پیغام ہے

- ان معلموں اور مُدرّسوں کے نام جو طلباء کو ایک ایک سو ڈنڈیاں مار کر سینچری بناتے ہیں۔
- اور ان قاریوں کے نام جو بچوں کو زنجیروں میں باندھ کر پڑھاتے ہیں۔
- ان ماسٹروں کے نام جو شاگردوں کو مار مار کر زخمی اور وحشی بنادیتے ہیں۔
- ان والدین کے نام جو اولاد پر تشدد کر کے ان کو نفسیاتی مریض بنادیتے ہیں۔
- ان ماؤں کے نام جو بچوں کو مار مار کر بیخود کر کے پھر ان کو چومتی ہیں۔
- ان فوجی جوانوں کے نام جو ٹریننگ کے وقت جوانوں کو سخت سزائیں دیکر بھگوڑا بنا دیتے ہیں۔
- ان شوہروں کے نام جو اپنی بیویوں کو مار مار کر جسم داغدار کر دیتے ہیں۔
- ان زمینداروں کے نام جو مسکین ہاریوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔
- ان امیروں کے نام جو اپنے نوکروں پر ظالمانہ تشدد کرتے ہیں۔
- ان سیاستدانوں کے نام جنہوں نے ٹارچر سیل بنا رکھے ہیں، جو مخالفین کے جسموں پر ڈرل مشین سے سوراخ کرتے ہیں۔
- ان پولیس والوں کے نام جو بیگناہ آدمیوں کو مار مار کر ڈاکو بننے پر مجبور بنادیتے ہیں۔

مقدمہ

کچھ باتیں
اپنوں کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلواة والسلام علي نبينا محمد الامين وعلي آله وصحابته الغر الميامين وبعد

فقیر نے اپنے بھتیجے بنام باقی باللہ کو ایک دینی مدرسے میں حصولِ علم کے لئے داخل کروایا، بڑی امید سے کہ وہ پڑھکر عالم بنے گا۔ مدرسے میں اسے ابھی چند ہی ایام گذرے تھے کہ، ایک دن وہ کلاس میں کچھ دیر سے پہنچا تو استاذ صاحب اس پر بہت ناراض ہوئے اور اس چھوٹی سی بات پر اسے بہت مارا، بلکہ اس پر ظالمانہ تشدد کیا۔ پہلے تو اسے ڈنڈے سے مارا اور پھر اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر دیوار پر مارتا رہا اور پورے کمرے میں گھسیٹتا رہا۔ اس کے سر کے بال نوچے، اور گن گن کر پچاس ڈنڈے مارے وہ بیچارہ روتا رہا اس بے رحم استاد کی منتیں کرتا رہا مگر اس استادِ جائر پر اس کی منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اسے اتنا مارا کہ اسکے پھول جیسے جسم پر نشانات پڑ گئے، اس پر بھی اس کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا. پھر ایک اور جلاد کو حکم دیا اس نے گن گن کر اسے پچاس جوتے مارے۔ نازنین بچے کا جسم پیلا پڑ گیا، ایک ہفتے تک وہ چلنے پھرنے سے قاصر رہا۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ کلاس میں کچھ دیر سے پہنچا تھا۔ یہ ہے ہمارے دینی مدارس کی حالت اور یہ ہے خود کو عالم اور وارثِ نبی کہلوانے والے بعض مولویوں کی طبیعت اور اخلاقی حالت ! !

اس فقیر نے دو بیٹے بھی کسی اور دینی ادارے میں داخل کیے تھے جو الحمد للہ اس سال رابعہ میں پڑھ رہے ہیں اللہ کریم انکو عالم با عمل اور صالح بنائے ایک دن بڑے بیٹے شاہ رکن عالم جس کو میں پیار سے "ساجن" کہتا ہوں اسکا فون آیا تو وہ زار و قطار رو رہا تھا بول نہ سکا اس کے ساتھیوں سے معلوم کیا کہ بات کیا ہے تو پتہ چلا کہ سبق یاد نہ کرنے پر استاذ محترم نے اسکو ڈنڈے سے شدید مارا پھر اسکو کہا کہ "مرغا" ہوجا۔ اس نے کہا میری کمر میں درد ہے مرغا بن نہیں سکتا اس پر استاذ محترم بہت ناراض ہوا اور اس کو برا بھلا کہا، مجھے اسکا بہت افسوس ہوا، اس وقت میں مدینہ منورہ میں تھا، تو وہیں سے اس مولوی صاحب کو بایں الفاظ عربی میں خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

من العبد الضعيف كرم الله القادري النقشبندي

الي الشيخ العلامة الفهامة .... اطال الله عمره

اسلام عليكم ورحمة الله وبركاته: اعلي الله كعبك وانجح مقاصدك ونور قلبك بالعلم والدين ويعينك علي التربية الحسنة للمتعلمين ويزيدك في العلم والحلم واللّين.

ايها الشيخ الكريم! قد خلق الله الانسان مختلفا عن سائر المخلوقات العلوية والسفلية. فاعطاه العقل والفهم والادراك بقدرما شاء. فلكل فرد عالمه الخاص فمنهم الزكيّ ومنهم الغبيّ فالمعلم والمدرس كمثل الطبيب الحاذق ينظر طبائعهم ويتعامل معهم بقدر عُقولهم فلهذا كانت التربية مهمة شاقة حتي قال ابو حيان: "القتل اخف من التربية". فتربية المتعلمين للمعلمين امتحان عظيم.

قد انزل الله الكتب وارسل الرسل لتربية الناس وتعليمهم لطرق الخير وتزكية النفوس وتصفية القلوب ففي الختام بعث الله نبينا لاكرم وحبيبنا الاعظم سيدنا محمد ﷺ سيد المعلمين وامام المربين فقال:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (سنن ابن ماجه ج ١ ص ٢٦٥)

فكيف كان نهجه في التعليم والتدريس والتربية؟ يقول الله سبحانه وتعالي عن صفاته في التعليم والتربية:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

(آل عمران ١٥٩)

وقال الله : لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبه:۱۲۸)

ایهاالشیخ الکریم! الیس من اوجب الواجبات واهم المهمات للمعلمین والمدرسین والمربین الاقتداء بنبیهم المربي وحبیبهم المزكي الذي يقول:

إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا

صحیح مسلم ج۷ ص۴۳۹)

وقال معاويه بن الحكم السلمي رضي الله عنه عن صفته صلی الله علیه وسلم في التربية:

فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللَّهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي (صحیح مسلم ج۲ ص۱۴۰)

ويقول مالك بن الحويرث رضي الله عنه:

أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم رَحِيمًا رَفِيقًا (صحيح البخاري ج۲ ص۷)

وتخبر أُمّنا عائشة رضي الله عنها عن صفاته:

مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم خَادِمًا لَهُ قَطُّ وَلَا امْرَأَةً لَهُ قَطُّ وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ فَانْتَقَمَهُ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ مَحَارِمُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

(مسند أحمد ج۴۹/ ص ۶۲ و رواه النسائي وابن حبان)

ويقول عبدالله بن مسعود رضي الله عنه كنت غلاما يافعا وكنت ارعي غنما لعقبة بن ابي مُعيط فمربي رسول الله صلی الله علیه وسلم وابو بكر..... ففي آخر الحديث

فمسح (رسول الله ﷺ) رأسي بيده وقال: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَإِنَّكَ غُلَيِّمٌ مُعَلَّمٌ

(رواه أحمد في مسنده ج ۷ ص ۴۵۲ و رواه ابو يعلیٰ وابن حبان)

فيا شيخنا ...... الكريم ! هكذا كان منهج المصطفیٰ ﷺ في التربية كان رئوفا رحيما كريما شفيقا للمتعلمين اللهم صل وسلم عليه

وكان ﷺ يوصي بالرحمة والشفقة لطلبة العلم كما يخبرنا عنه ابو سعيد الخدري رضي الله عنه: انه لما اتاه طلبة العلم قال: مرحبا بوصية رسول الله ﷺ كان رسول الله ﷺ يوصينا بكم (رواه الحاكم في المستدرک)

وكان ابو الدرداء رضي الله عنه اذا راي طلبة العلم قال: مرحبا بطلبة العلم وكان يقول ان رسول الله ﷺ اوصي بكم (رواه دارمي)

ايها الشيخ المحترم ! اني ارسلت ابني في الجامعة ..... لحصول العلم الشرعيّ لاني سمعت ان هناك نظام اجود والمعلمين رحيمين بالمتعلمين لكن يوم من الايام، رَنّ جوالي فرفعته الي اذني فاذا هو ابني الاكبر ''ساجن'' وهو متعلم عندكم يبكي ولا يتكلم وقد اطال البكاء فسئلته عن سبب البكاء فقال ضربني استاذي وانقطع كلامه. ثم سئلت بعض زملائه فقالوا ان استاذه ضربه ضربا شديدا بالسوط وجعله ''ديکا'' علي الرغم انه يشكو آلام الظهر منذ سنين.

والله ايّها الشيخ المحتشم ! اني رجل رقيق القلب وسريع الدمعة وانت تعلم ان الم الابناء يحزن الآباء.

ان ''ساجن'' هو اكبر ولدي وولي عهدي بل هو كبدي وثمرة فوادي.

اذ سمعت صوته الحزين وعويله الطويل يسري بالجوال الي اذني فما ملكت عيني.

اني ارسلته لكي يصبح ''صِدّيقا'' لا دِيكا ! فهل هو من الطلاب ام من الدواب؟

والله يا شيخ احزنتني وأدخلت الهم الي نفسي. هل لک من الاولاد؟ وهل قرات الحديث: ”اولادنا اكبادنا“ وهل سمعت قول رسولنا الاعظم ﷺ ماقال في حق ابنه ابراهيم: ”وَاللّٰهِ يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ“. (مسلم)

مهلاً! يا ضارب المتعلمين المغتربين! إِسمَع قول ابو مسعود رضي الله عنه يقول: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي: اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَقُولُ « اعْلَمْ أَبَا مَسْعُود اعْلَمْ أَبَا مَسْعُود ». قَالَ فَأَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِي فَقَالَ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُود أَنَّ اللّٰهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغُلَامِ قَالَ فَقُلْتُ لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا رواه مسلم وفي لفظ عنده فقلت يا رسول الله ﷺ هو حر لوجه الله. فقال: اما لولم تفعل للفحتك النار اولمستك النار.

ايها الشيخ المحترم! استعن بصوتک لامن سوطک يكون صوتک انفع لهم من سوطک كما يقول مُعاوِية رضي الله عنه: لا استعمل سوطي مادام ينفعني صوتي.

كن للمتعلمين كريما رحيما ولاتكن لهم قاسيا.

قال رسول الله ﷺ: إِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ (البخاري)

وقالت ام المومنين عائشة رضي الله عنها ان رسول الله ﷺ قال:

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ

وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ (مسلم ج ۹ ص ۳۵۱)

وقال ابن خلدون في مقدمته: ان الشدة علي المتعلمين مضرة بهم.

اعلم شيخنا العزيز! لوكان العلم بالعصا لحصل الحمار شهادة الدكتوراة.

ياشيخنا المحترم! لقد سمعت ان بعض المعلمين يضربون المتعلمين

ضربا مبرحا فيبقي اثرالضرب علي اجسادهم اياما ويا للاسف علي هذا الفعل. وبعض المدرسين يعذبون التلاميذ بأنواع العذاب وقد منعوا عنه.

اخرج مسلم عن هشام عن ابيه قال مر هشام بن حكيم بن حزام علي اناس من الانباط بالشام قد اقيموا في الشمس فقال ما شأنهم قالوا حُبسوا في الجزية فقال هشام اشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول: ان الله يعذب الذين يعذبون الناس في الدنيا.

هذا هو منهج المصطفيٰ ﷺ عليه خيار هذه الامة من السلف الي الخلف.

ونعم يا شيخ! ان بعض العلماء لقد اجازوا في الضرب ولكن بشرائط كثيرة منهم ان يكون الضرب للتاديب لا للتعذيب ولا يكون فوق ثلاث ضربات.

ان عمر بن عبدالعزيز كتب الي الامصار: لايقرن المعلم فوق ثلاث فانها مخافة للغلام (العيال لابن ابي الدنيا ص ۳۵۲)

وقال الضحاک رحمه الله: ما ضرب المعلم غلاما فوق ثلاث فهو قصاص (العيال)

ويقول البعض: الضرب للتاديب يكون كالملح للطعام يعني القليل يكفي والكثير يفسد. ومن الشرائط ان يكون الضرب بعد عفو وتسامح سبعين مرة. كما اخرج الترمذي واحمد عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان رجلا اتي النبي ﷺ فقال ان خادمي يسيءُ ويظلم افاضربه قال: ''تعفوا عنه كل يوم سبعين مرة''

ايها الشيخ المحترم! كتبت هذه الرسالة اليک لانک من اهل التصوف والامر اليک. والسلام

كتبته في المسجد النبوي علي صاحبها الصلاة والسلام

۱۱ ربيع الثاني ۱۴۳۱ھ المدينة المنورة

خط کا اردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے ناتواں بندے کرم اللہ قادری نقشبندی کی طرف سے (یہ خط ہے)

علامہ فھامہ شیخ ۔۔۔۔۔ کی طرف (اللہ ان کی عمر دراز فرمائے)

آپ پر سلامتی ہو اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔

اللہ آپ کی شان بلند کرے مقاصد میں کامیابی دے۔ اور آپکے قلب کو علم اور دین سے روشن فرمائے۔ اور طلباء کی بہترین تربیت کرنے پر آپ کی مدد فرمائے اور آپکے علم، حلم اور نرمی کو اور بڑھائے۔

استاذ گرامی! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اوپر اور نیچے والی تمام مخلوقات سے جداگانہ پیدا فرمایا ہے۔ پھر اسے جتنا چاہا عقل فہم اور ادراک عطا فرمایا ہے۔ اس لیے ہر فردِ انسانی کا ایک اپنا جہان ہے۔ اس لئے ان میں سے کچھ بہت ہونہار ہوتے ہیں اور کچھ کُند ذہن۔

تو پھر علم پڑھانے والا اور درس دینے والا ایک حاذق حکیم کی مانند ہُوا کرتا ہے جو اپنے طلباء کی طبیعتوں کو دیکھتا ہے۔ اور ان کے عقل و خرد کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہے۔ اس لیے تو تربیت کرنا بہت ہی کٹھن کام ہے۔ یہاں تک کہ ابو حیان کہتے ہیں قتل تربیت کرنے سے زیادہ خفیف ہے۔ اس لیے شاگردوں کی تربیت اساتذہ کے لیے امتحانِ عظیم ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں اور رسول بھیجے، تاکہ لوگوں کی تربیت کریں اور انکو اچھائی کی راہیں دکھائیں اور ان کے نفوس کا تزکیہ کریں۔ انکے قلوب کا تصفیہ کریں۔

پھر تمام انبیاء و رُسُل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو مبعوث فرمایا جو بہت بڑی عزت والے اور ہمارے پیارے محبوب ہیں ان کو سب اساتذہ کا سردار اور سب تربیت کرنے والوں کا امام بنا کر بھیجا۔ آپ خود فرماتے ہیں: ''إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' سنن ابن ماجہ (ج ۱/ ص ۲۶۵) میں سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(اب سنو!) آپ ﷺ کا تعلیم وتدریس اور تربیت کا کیا طریقہ تھا؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی صفات تعلیم وتربیت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران ۱۵۹)

(اے محبوب ﷺ) آپ اللہ کی طرف سے عطا کردہ رحمت کی وجہ سے ان پر نرم دل ہو گئے۔ اگر آپ تند مزاج سخت دل ہوتے تو (یہ سب) آپکی جانب سے پریشان ہو گئے ہوتے

اور اللہ کریم نے فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ:۱۲۸)

بیشک تمہارے پاس آئے ہیں تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کی انتہا چاہنے والے ہیں اور ایمان والوں پر بہت ہی شفقت کرنے والے اور بہت ہی مہربان ہیں۔

اے استاذ محترم ! کیا سکھانے، پڑھانے اور تربیت کرنے والوں کے لئے تمام واجبات سے اہم واجب اور سب اہم باتوں سے اہم بات یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے نبی کی اتباع کریں جو سب سے بڑے مربّی تھے اور اپنے محبوب کی اتباع کریں جو سب سے زیادہ تزکیہ کرنے والے تھے۔

جو خود فرما رہے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا

(صحیح مسلم ج۷ ص ۴۳۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے نہ تو طبعا سرکش نہ کسی وجہ سے سرکشی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ مجھے تو آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔

اور سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی صفتِ تربیت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي (صحيح مسلم ج ٢ ص ١٤٠)

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ! میں نے کوئی معلم نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد ان سے بہتر سکھانے والا کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم نہ تو انھوں نے کبھی مجھ سے سخت کلامی کی (جھڑکا) نہ کبھی مجھے مارا اور نہ کبھی مجھے گھٹیا لفظ بولا۔

اور مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ :

أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا (صحيح البخاري ج ٢ ص ٧)

ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے اور ہم سب بلوغت کے قریب جوان تھے۔ ہم آپ کی خدمت میں بیس دن ٹھہرے (تو ہم نے دیکھا) رسول اللہ ﷺ بہت ہی مہربان اور بہت ہی نرم مزاج تھے۔

اور ہماری ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی صفات کے متعلق فرماتی ہیں کہ :

مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَادِمًا لَهُ قَطُّ وَلَا امْرَأَةً لَهُ قَطُّ وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ فَانْتَقَمَهُ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ مَحَارِمُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

(مسند أحمد ج ٤٩ ص ٦٢ ورواه النسائي وابن حبان)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے کسی خادم کو نہیں مارا اور کبھی بھی اپنی کسی زوجہ کو نہیں مارا (بلکہ) آپ نے تو اپنے دستِ اقدس سے کبھی بھی کسی کو نہیں مارا تھا۔ ماسوا اس کے کہ اللہ کی راہ میں جہاد فرماتے تھے۔ اور آپ کو کبھی کسی سے کوئی برائی پہنچی تو آپ نے ان سے انتقام نہیں لیا۔ ماسوا اس کے کہ اگر کوئی اللہ کی حدود کو توڑتا تو اس سے اللہ کی رضا کی خاطر انتقام لیتے تھے۔

اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نوخیز لڑکا تھا اور میں،

عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا تو ایک دن رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق مجھ پر گذرے --- حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ شفقت میرے سر پر پھیرا اور فرمایا:

يَرْحَمُكَ اللهُ فَإِنَّكَ غُلَيِّمٌ مُعَلَّمٌ

اللہ تم پر رحم فرمائے کیونکہ تم تہذیب یافتہ لڑکے ہو۔ (رواہ احمد وابو یعلیٰ وابن حبان)

اے ہمارے محترم ---- صاحب!

مصطفیٰ ﷺ کے سکھانے اور پڑھانے کا انداز تو یہ تھا کہ آپ بہت ہی شفقت فرمانے والے بہت ہی مہربان اور بہت ہی کریم تھے اور اپنے شاگردوں پر بہت ہی شفیق تھے۔

اے اللہ ان پر صلاۃ وسلام بھیج۔

اور آپ ﷺ تو طالب علموں پر رحمت اور شفقت کی وصیتیں فرمایا کرتے تھے۔ جس طرح حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ان سے خبر دیتے ہیں کہ:

جب ابو سعید کے پاس کچھ طالب علم آئے تو آپ نے ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے جن کے متعلق وصیت کی تھی ان کو خوش آمدید!

رسول اللہ ﷺ ہمیں تمہارے متعلق وصیتیں فرمایا کرتے تھے۔

اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ تو جب بھی طلباء کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے:

طالب علموں کو مرحبا۔ اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے متعلق وصیت کی تھی۔ (رواہ الدارمی)

شیخ محترم! میں نے اپنے دو بیٹے جامعہ ----- میں شرعی علوم حاصل کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ کیوں کہ میں نے سنا تھا کہ وہاں جامعہ کا نظام بہت اچھا ہے۔ اور اساتذہ طلباء پر بہت مہربان ہیں۔ لیکن ایک دن کی بات ہے میرے موبائیل کی گھنٹی بجی میں نے موبائیل کان پر رکھی تو مجھے میرے بڑے بیٹے ساجن کے رونے کی آواز سنائی دی۔ جو آپ کے پاس (جامعہ میں) متعلّم ہے۔ جب اس کا رونا لمبا ہوا تو میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔

تو کہا مجھے استاذ نے مارا ہے۔ اور سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ پھر میں نے ان کے کچھ ساتھیوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس کے استاذ نے اسے لاٹھی کے ساتھ بہت مارا ہے۔ اور اسے مرغ بنایا ہے حالانکہ اسے کئی سالوں سے دردِ کمر کی شکایت رہتی ہے۔

اللہ کی قسم اے حشمت والے شیخ صاحب!

میں بہت نرم دل والا اور جلدی آنسو بہانے والا انسان ہوں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ بیٹوں کا درد انکے والدین کو دکھ پہنچاتا ہے۔ اور "ساجن" تو میرا بڑا بیٹا ہے۔ اور میرا وارث ہے بلکہ وہ تو میرا جگر ہے۔ اور میرے سینے کا ثمرہ ہے۔ جب میں نے اس کی غمزدہ آواز سنی اور لمبی گریہ وزاری سنی جو موبائیل نے میرے کانوں میں سِرگوشی کی تو میں اپنی آنکھوں کو روک نہیں سکا۔ میں نے تو اسے صدیق بننے کے لیئے بھیجا تھا نا کہ "دِیک" (مرغا) بننے کے لیے۔

آپ نے اسے جس انداز سے مارا ہے وہ طلاب میں سے ہے یا "دواب" (جانوروں) میں سے ہے۔

اللہ کی قسم اے شیخ! آپ نے مجھے غمزدہ کر دیا۔ اور میرے دل میں پریشانی ڈال دی ہے۔ کیا تمہیں بھی کوئی اولاد ہے؟ کیا تم نے کبھی یہ حدیث بھی پڑھی ہے؟

ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں۔

کیا کبھی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بھی سنا ہے؟ جو کہ آپ نے اپنے بیٹے سیدنا ابراھیم کے بارے میں فرمایا تھا۔ اللہ کی قسم اے ابراھیم ہم تمہاری وجہ سے بہت غمگیں ہیں۔

رک جائو! (دین کے علم کے لیے) خود کو پردیسی بنانے والے شاگردوں کو مارنے والے رک جاؤ۔ سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کی بات بھی سنو۔ وہ فرماتے ہیں میں اپنے غلام کو لاٹھی سے مار رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے کوئی آواز سنی "اے ابا مسعود جان لو" میں غصے میں تھا تو میں وہ آواز سمجھ نہ سکا (کہ کس کی تھی) جب میرے قریب آئے تو وہ میرے آقا رسول اللہ ﷺ تھے آپ فرمارہے تھے: اے ابا مسعود جان لو! اے ابا مسعود جان لو!

کہتے ہیں میں نے عرض کی اب میں کسی بھی مملوک کو نہیں ماروں گا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا اس کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ یہ اللہ کے لیے آزاد ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو اسے آزاد نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ چھوتی۔

[redacted]

حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا ہے۔ امام مسلم ہشام سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہشام بن حکیم بن حزام کچھ لوگوں پر گذرے جو شام کے نبطیوں میں سے تھے جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا۔ پوچھا کیا بات ہے؟

کہا گیا کہ جزیہ نہ دینے کی وجہ سے یہ پکڑے گئے ہیں۔ تو ہشام نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں اللہ ان کو عذاب دیگا۔

یہ ہے مصطفیٰ ﷺ کا طریقہ جس پر اس امت کے اگلوں سے لیکر پچھلوں تک عامل رہے۔

ہاں اے شیخ ! بعض علماء نے طلباء کو مارنے کی (محدود) اجازت دی ہے لیکن بہت سارے شرائط سے۔ وہ مارنا تأدیب کے لیے ہو تعذیب کے لیے نہ ہو۔ اور تین سے زیادہ نہ مارا جائے۔

عمر بن عبد العزیز نے شہروں کی طرف لکھا تھا کہ استاد تین سے زیادہ نہ مارے۔ کیوں کہ وہ طائب کو ڈرانے والی بات ہے۔ (العیال لابن ابی الدنیا: ص ۳۵۲)

اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو استاذ شاگرد کو تین سے زیادہ مارے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ادب کے لیے مارنا اس طرح ہو جس طرح نمک کھانے کے لیے، یعنی تھوڑا کفایت کرتا ہے اور زیادہ بگاڑ دیتا ہے۔ اور مارنے کی شرائط میں سے یہ بھی لکھا ہے کہ دن میں ستر مرتبہ معاف کر دینے کے بعد مارنا ہے۔ جس طرح ترمذی اور احمد نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا عرض کی میرا خادم برائی کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔ کیا میں اسے مار سکتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اسکو دن میں ستر مرتبہ معاف کیا کر۔

اے شیخ محترم ! میں نے یہ خط اس لیے لکھا ہے کہ آپ اہلِ تصوف میں سے ہیں باقی بات آپ کے ہاتھ میں ہے۔ والسلام

یہ خط میں نے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلاۃ میں لکھا۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ المدینة المنورة

یا للعجب ! ویا للاسف ! ویا للحزن !

اسکولوں کے وہ ماسٹر اور جو احکامِ شریعت سے ناآشنا ہیں، اگر ان سے ایسی باتیں سرزد ہوں تو ان پر قدغن نہیں، کیونکہ وہ احکامِ شریعت سے ناواقف ہیں، عجب تو ان مدارس کے مولویوں اور قاریوں کا ہے جو خود کو نبی کریم ﷺ کا وارث سمجھتے ہیں اور دینِ نبویؐ کے مبلغ بنے بیٹھے ہیں۔ سیرت مصطفوی ﷺ اور اسلوب تربیت محمدی ﷺ سے واقف ہونے کے مدعی ہیں ان سے اگر ایسی باتیں سرزد ہوں تو ان کے حال پر افسوس وارمان ہی کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کے ہدایت کے لیے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔ ایک طرف وہ غلامیءِ رسول، اور اتباعِ حبیب کے داعی ہیں وہ منبروں پر لوگوں کو سنتوں پر عمل کرنے کی ترغیبیں دیتے نہیں تھکتے اور دوسری طرف ان کا اپنا یہ حال ہے کہ وہ کھلے بندوں سنتِ مصطفوی کے خلاف کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حق بات کہتا ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتے ہیں. یاللاسف۔

ہم ربانی اور حقانی علماء کی بات نہیں کرتے، وہ تو امت کا سرمایہ ہیں، وہ حقیقی وارثانِ محراب ومنبر ہیں۔ وہ ہمارے ایمان اور عقائد کے محافظ ہیں بلکہ ہم ان نام نہاد مولویوں کی بات کرتے ہیں جو بزعمِ خود علمِ کل اور فضلِ کل کے مدعی بنے بیٹھے ہیں، وہ کسی دوسرے سے کلمہء حق سننے کو تیار نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی ہیں حقانیت وصداقت کے ٹھیکدار۔ ان کی یہ ذہنیت بنی ہوئی ہے، کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں، جو کچھ کرتے ہیں حق کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی حق بات کہے تو بہت برامناتے ہیں۔

اس کی مثال ہمارے یہ مدرس موصوف ہیں، جو اپنے منہ سے خود کو ولی اللہ بھی کہتے ہیں، اور خود کو علم وفضل کا ستون بھی سمجھتے ہیں، جب ہمارا یہ ناصحانہ خط سرزمینِ مدینہ منورہ سے اس کو موصول ہوا، تو خط پڑھ کر وہ آگ بگولا ہوگیا۔ اس کی ذہنی پسماندگی، قلبی قساوت، خشک طبعی، فکری ابتری، دوسروں کے احساسات سے بے خبری اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم کہ اس نے میرے ساجن کو بہت برا بھلا کہا، تو میں نے بیٹے کو اس مدرسے سے واپس بلا لیا۔ اب الحمدللہ وہ ایک عالمِ ربانی کے پاس پڑھ رہا ہے۔ اللہ کریم اسے عالم باعمل بنائے۔

بلاد الله واسعة فضاها * ورزق الله في الدنيا فسيح

فقل القائدين علي هوان * اذا ضاقت بكم ارض فسيحوا

ہم نے سوچا تھا کہ ہمارا خط پڑھ کر وہ استاذِ محترم بہت مہربان ہو جائیگا، مگر ہمارا خیال درست نہیں نکلا۔ ما درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال

اس محترم کے کردار نے مجھے دلی اذیت پہنچائی، اس وقت میں مدینہ منورہ میں تو تھا ہی پھر سرور عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا، اپنی اولاد کے عالم صالح بننے کی اور اس محترم مولوی صاحب کی ہدایت کی دعا کی اللہ تعالی اسے طریقۂ سنت اور وطیرہ اسلاف پر چلنے کی توفیق عطا کرے ایکبار دل میں آیا کہ اسے ایک اور خط لکھوں کہ:

لست اهلا ان تكون معلما * خذ سوطك وارع غنما

نہیں اہل استادی کا کچھ ذرا پکڑ اپنی لاٹھی تو بکری چرا

لیکن پھر خیال آیا کہ کیوں نہ ایک کتاب لکھوں جس میں نبوی طریقۂ تعلیم کی وضاحت ہو۔ اسلاف کے تعلیم و تربیت کا منہج بیان ہو۔ اس اعلیٰ مرتبت استاذ پر تو اس کا اثر الٹا ہی ہوگا مگر شاید کوئی اور مدرس اور معلم اس سے مستفید ہو سکے۔ پھر اس کتاب لکھنے کا آغاز بھی مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام سے کیا۔ چونکہ آج تک جو کچھ لکھا ہے اکثر سندھی میں یا پھر کچھ کتب عربی میں لکھی ہیں اردو میں صرف ایک دو کتابیں لکھی ہیں، اردو لکھنے میں اتنی مہارت بھی نہیں رکھتا مگر پھر بھی اس کتاب کو اردو میں ہی لکھنے کا عزم مصمم کیا، اور اس کا نام رکھا؛

"الاجتناب عن ضرب الطلاب"

زندگی کا بڑا حصہ اسکولوں اور مدارسِ دینیہ میں گذارا ہے۔ پڑھے بھی ہیں اور پڑھایا بھی ہے اب بھی اللہ کے فضل سے ہزاروں مریدین جن میں علماء بھی ہیں امیر اور فقیر بھی ہیں صغیر اور کبیر بھی ہیں جن کی تعلیم و تربیت اور انکی خدمت کی رب العالمین نے سعادت عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم نے آج تک ایسا طریقہ نہ سنا نہ دیکھا کہ بچوں کو مرغا بناؤ اور ان پر لاٹھیاں برساتے رہو۔ مسافر طالبعلموں پر اس طرح کا تشدد کرو کہ وہ صاحبِ فراش ہو جائیں۔

میرے اساتذہ میں سے ایک استاذِ گرامی میرے والد محترم بھی تھے۔ اللہ ان کی مزار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جب ان کے پاس حدیث پڑھتا تھا وہ اس پیار سے پڑھاتے تھے کہ ان کے میٹھے بول میں عمر بھر تک بھول نہیں سکتا۔ جب میرے آقا ﷺ کی نشست و برخاست کا ذکر ہوتا تو آپ اکثر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ پوری زندگی آپ نے لاٹھی تو کیا کبھی تھپڑ بھی نہیں مارا۔ میں انکا چوتھا نمبر بیٹا تھا لیکن جب بھی بولتے تھے "آپ" کہکر پکارتے تھے۔ اتنا پیار اور محبت دیتے تھے کہ پل بھر ان سے دور ہونا دل گوارا نہیں کرتا تھا، اور میں اپنی جان سے بھی انکو پیار رکھتا تھا۔ دل کرتا ہے اے کاش وہ وقت پھر لوٹ آئے کہ استاذ محترم سامنے ہوں ان کا دیدار بھی ہوتا رہے تو اور سبق بھی پڑھتے رہیں۔

میرے بچپن کا ایک واقعہ ہے جب میں آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا اس وقت ہمارے اسکول میں ایک تقریری مقابلہ ہوا جس کا عنوان تھا "بچہ پیار سے پڑھتا ہے یا مار سے" اس موضوع پر لڑکوں نے مقالے پڑھے تو اس وقت مجھے میرے والد کریم نے مقالہ لکھ کر دیا تھا کہ "بچہ پیار سے پڑھتا ہے" کچھ لڑکوں نے مار پٹائی کی اہمیت حیثیت اور ضرورت پر مقالے پڑھے، کچھ نے پیار سے پڑھانے کی اہمیت افادیت حیثیت پر مقالے پڑھے، ہمارے اسکول کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ اور ہمارے شہر کا وڈیرہ اور معززین و عمائدین سب موجود تھے، آخر میں فیصلہ ہمارے ہیڈ ماسٹر اور معززین اور مہمانانِ گرامی کو کرنا تھا۔ میں نے اپنا مقالہ اس انداز میں پڑھا کہ سب نے میرے مقالے کو اتنا پسند کیا مجھے پہلا انعام ملا۔ پھر جج صاحبان نے فیصلہ دیا کہ "شاگرد مار سے نہیں پیار سے پڑھتا ہے"۔

لیکن آج یہ حال ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان میں ہمارے دینی مدارس ہوں یا سرکاری اسکول ہوں الا ماشاءَ اللہ اکثر و بیشتر خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ استاذ شاگردوں کو بہت زدو کوب کرتے ہیں چند دن پہلے تو سندھی اخبار "کاوش" میں دیکھا کہ کسی اسکول کے ایک استاذ نے شاگرد کو اتنا مارا کہ اسکو جان سے مار ڈالا۔ ان باتوں کو سنکر ذہن میں بہت سارے سوالات اٹھتے ہیں کہ، پڑھائی پیار سے ہونی چاہیے یا مار سے؟

حقیقت یہ ہے کہ جس بچے کی نشو و نما، تعلیم و تربیت پیار سے ہوئی وہ قوم و ملک کا بہتر معمار بن سکتا ہے۔ اس کے دل و دماغ پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور وہ اچھا عالم، عاقل اور صاحبِ فضل بنکر نکلتا ہے، بخلاف اس طالب علم کے جس کی تعلیم و تربیت مار پٹائی سے کی جائے۔ ماہرینِ نفسیات یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں پر تشدد کا برا اثر اگر فوری نظر نہ بھی آئے تو بھی زندگی گزرنے کے ساتھ ساتھ مار پٹائی کے اثرات نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مار پٹائی کے بچوں پر جسمانی طور پر اور نفسیاتی طور پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں بعض ممالک میں تو بچوں کو نہ مارنے کا قانون پاس کیا گیا ہے اور بچوں کی پٹائی کرنے والے پر مناسب سزا بھی مقرر کی گئی ہے تاہم ہمارے وطنِ عزیز کے سرکاری اسکول ہوں یا دینی مدارس وہاں پر طلباء کی بہت مار پٹائی کی جاتی ہے کہیں تو ڈنڈے کا آزادانہ استعمال ہوتا ہے کہیں ان کو شدید جسمانی اذیتیں دی جاتی ہیں کہیں ان کو ایسی سزائیں دی جاتی ہیں جو ان کے عزت نفس کو مجروح کرتی ہیں اور کہیں ایسی سزائیں جو حقوقِ انسانی کے سراسر خلاف ہوتی ہیں کہیں ان کو جانوروں کی طرح مارا پیٹا جاتا ہے۔ بعض اوقات ان پر وحشیانہ تشدد کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ کئی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

کیا اس ظالمانہ مار سے اچھے طالب العلم پیدا کئے جا سکتے ہیں؟

کیا اس مار سے سماج میں تشدد جور و جبر کے راستے تو نہیں کھلتے؟

کیا اس مار سے اصلاح کیا جارہا ہے یا بچوں کو نفسیاتی مریض بنایا جاتا ہے؟

کیا علم ڈنڈے اور مار سے پھیلتا ہے یا محبت اور پیار سے؟

مارنے سے بچوں کے ذہن میں مثبت سوچ پیدا ہوتی ہے یا منفی؟

کیا مارنے سے بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے یا بے راہ روی؟

بچوں کو مارنے سزائیں دینے سے ان کی زندگی اور ان کے مستقبل میں کیسے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ ان باتوں پر اساتذہ اور والدین کو بہت سوچنا چاہیے۔

ماہرینِ تربیت تو کہتے ہیں کہ مارنے سے کبھی بھی نہ تو تہذیبِ کردار ہوتی ہے

اور نہ ہی تصحیح افکار بلکہ مار پٹائی کی وجہ سے شاگرد اضطرابِ نفسی اور اختلاج قلبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ اجتماعیت سے گریز کرتا ہے اور فردیت کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ اسے اپنے ساتھیوں سے مل جل کر رہنا اچھا نہیں لگتا اور ان کے ساتھ رہے گا بھی کیسے جن کے سامنے اس کی پٹائی ہوتی ہے اسکی عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔

جبر اور قہر اسکی انبساطِ زندگی کو مفلوج کر دیتا ہے۔ وہ تکاسلی کا شکار بنتا ہے وہ علم پر جہل کو فوقیت دیتا ہے۔ وہ پٹائی سے بچنے کے لئے نت نئے جھوٹ بولتا ہے حتیٰ کہ جھوٹ اسکی عادت بن جاتی ہے۔ آباء ہو یا اساتذہ محض ڈنڈے کے زور پر ڈرا دھمکا کر شاگرد کو پڑھا نہیں سکتے اگر وہ طوطی کی طرح الفاظ یاد بھی کرلے تو بھی اسے علم و حکمت کی وہ چاشنی نصیب نہیں ہو سکتی جو پیار و محبت سے پڑھانے سے متعلق ہے۔ مار پٹائی کر کے آپ جو کچھ اسے بنانا چاہتے ہیں مشکل بنا سکتے ہیں۔ ڈر کے مارے وہ اپنی مافی الضمیر بات کر نہیں سکتا۔

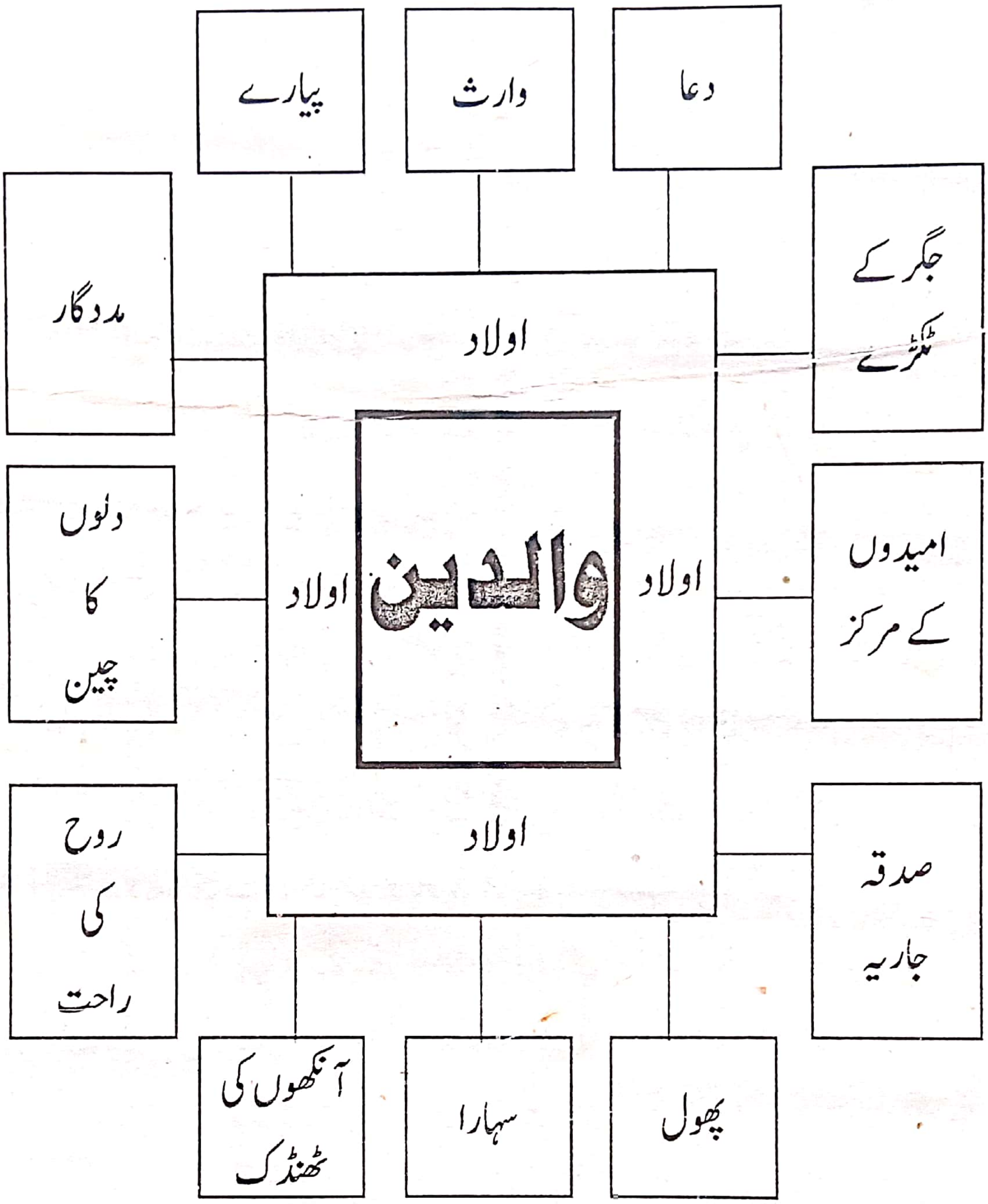
مکر اور حیلہ بازی چارہ گری جیسی عادات سیئہ کا شکار ہونے لگتا ہے۔

اکثر و بیشتر یہ دیکھا گیا ہے کہ شاگرد کو بار بار مارنے سے وہ پہلے سے بھی زیادہ بگڑ جاتا ہے، وہ مارنے والے کے قریب جانے سے ڈرتا ہے بلکہ اس کو مکروہ سمجھتا ہے۔ جب وہ استاذ کو مکروہ سمجھنے لگے تو کیا خاک پڑھے گا؟ اگر وہ مارنے والے استاذ کی فرمانبرداری کرتا بھی ہے تو وہ اندھی تقلید ہوتی ہے وہ اپنے ذہن و دل سے اطاعت نہیں کرتا۔ بار بار مارنے سے اسکے دل میں عناد اور فساد بھڑکنے لگتا ہے۔ اب ان سب باتوں کو شرعی نقطۂ نظر سے دیکھیں کہ:

شاگردوں کی مار پٹائی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ پٹنے والے کا اسلام کیا تدارک کرتا ہے، پیٹنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ تعلیم اور تدریس کا نبوی طریق اور شرعی اسلوب کیا ہے؟ اساتذہ اور تلامذہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس کتاب میں ان سوالات کے جوابات ڈھونڈھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

محمد کرم اللہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ المسجد النبوی المدینة المنورة



اساتذہ کو سوچنا چاہیے کہ طلباء بے وارث نہیں بلکہ باوارث ہیں۔ وہ اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی راحت، دلوں کے چین ہیں۔ان کے ساتھ کیے گئے معاملہ کا انہیں دنیا میں بھی کسی کے سامنے جوابدہ ہونا ہے اور آخرت میں بھی احکم الحاکمین کے سامنے جواب طلبی ہوگی۔ان کے ساتھ جابرانہ اور جائرانہ طور پر پیش آنے کے بجائے ہمدردانہ رویہ رکھنا چاہیے

پہلا باب

نبوی طریقہء تعلیم

مَنهج المصطفیٰ
في
التعليم والتربية للطلباء

معلمِ کائنات

عُلیہ الف تحیات والتسلیمات وافضل الصلوات

فخر موجودات، معلمِ کائنات سیدنا محمد علیہ افضل الصلواۃ واکمل التحیات والتسلیمات جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے مؤمنین کے لئے خصوصی رأفت ورحمت کے اوصاف عالیہ سے مزین ہو کر آئے اور طالب علموں کے لئے شفقتون اور محبتون کا سائبان بنکر آئے۔ عرب کے پہاڑی لوگ جنہیں تیر و تلوار نہ جھکا سکے رحمۃ للعالمین کے شفقتوں اور محبتوں نے انہیں گرویدہ اور غلام بنا دیا۔ آپ نے اپنے طلباء کو کبھی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا بلکہ پیار سے پڑھایا سمجھایا اور سکھایا۔

آپ ایسے مدرس اور معلم ہیں کہ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کو براہِ راست آپ کی رؤیت اور سماعت کے ساتھ آپ سے روایت کا شرف نصیب ہوا۔ انہوں نے آپ کے دیدار کئے آپ سے پڑھا اور سیکھا۔ اور اس انداز سے سیکھا کہ ہدایت کے چراغ بنکر نکلے۔ آپ ﷺ خود فرما رہے ہیں: "میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اتباع کروگے ہدایت والے بن جاؤ گے"

معلم کائنات، امام الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنے طالب علموں سے کتنا پیار تھا یہ بات کوئی سیدنا ابوہریرہؓ سے پوچھے، ابو سعید خُدری سے پوچھے، سلمان الفارسی سے پوچھے مولا علی کرم اللہ وجہ سے پوچھے کہ آپ ﷺ اپنے طلباء سے کتنا پیار کرتے تھے ان کی کس طرح خبر گیری کرتے تھے پھر طلباء کی شان کو امت کے سامنے اس طرح بیان فرمایا کہ:

وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ (سنن أبي داود)

اور بے شک فرشتے طالب العلم کے قدموں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں ان سے خوش ہوتے ہوئے۔

تعلیم و تربیت کے اسلامی قوانین:

کائنات کے سب سے بڑے اور کامیاب 'معلم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو سچا دینِ خالد لیکر آئے اس دینِ اسلام نے پڑھنے اور پڑھانے کو سب سے بڑی خدمت قرار دیا، اور اس پر بہت بڑے انعام اور جاری رہنے والے اجر کا اعلان فرمایا۔ کیونکہ یہ سب سے کٹھن اور محنت طلب کام ہے۔ پھر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تربیت کے بنیادی اور اساسی قوانین بیان کردیئے، باقی فروعی معاملات کو مربین کی صوابدید پر چھوڑا کہ وہ زمان، مکان اور انسان کو دیکھ کر بہترین اسلوبِ تربیت کو اپنائیں۔

اسلام کے عطاکردہ وہ اساسی قوانین ایسے حسین دلپسند اور متاثر کن ہیں جن پر عمل کر کے آج بھی پڑھنے والے کامیاب اور پڑھانے والا بھی کامران ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ آفاقی اصول ہیں جن کے ساتھ ہمارے حبیب کریم رئوف رحیم نے عرب کے ان پڑھ لوگوں کو پڑھایا اور سکھایا، اور ان کی علمی، عملی، فکری اور روحانی تربیت کی اور انہیں دنیا کا امام بنادیا۔ پڑھانے کا وہ رنگ ڈھنگ سکھایا جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے معلموں اور مربیوں کے لئے نمونہء عمل ہے۔ آپ ﷺ کے طریقہء عالیہ پر چل کر آج بھی اچھے شاگرد تیار کئے جا سکتے ہیں۔ آپ نے اساتذہ کے لئے ایسے رہنما اصول بنائے ہیں، جن پر چل کر آج بھی ایک مدرس اور معلم اپنے کام میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ان رہنما اصولوں میں سے چند اہم اصول ہم یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ خلوصِ نیت :

معلّمین کے جتنے بھی فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا بنیاد نیت پر ہے اگر مُدرس اور معلم کی نیت دنیا کمانے کی یا اپنی عزت و شہرت حاصل کرنے کی ہے تو اسے وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے نبیءِ مربی ﷺ فرماتے ہیں؛

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى (رواه البخاري)

بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہوگا جس کی اس نے نیت کی۔

۲۔ نرم روی :

استاد کی سب سے بڑی خوبی اس کی نرمی ہوتی ہے۔ طبیعت کی نرمی اور رحمت و شفقت استاد کو شاگردوں کا محبوب مدرس بنادیتی ہے۔ استاد کی ہمدردی و غمگساری طلباء کو باہم مربوط رکھتی ہے اور ان کے اندر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا شعور دیتی ہے۔ لطف واحسان استاد کو اعلیٰ معیار انسانیت عطا کرتا ہے۔

ہمارے آقا ﷺ نرم خو اور رحمدل تھے۔ رقیق القلب اور لطیف الطبع تھے۔ رفق و لطف، معاملات اور رویوں میں نرمی اور سہولت کا نام ہے۔ نرمی اور نرم خوئی نبوت کی صفت خاصہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو نرم گفتاری کا حکم دیا گیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا:

إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ

(صحیح مسلم)

نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کرلی جاتی ہے اسے بدنما بنادیتی ہے۔ اب جب اسلام نرمی کا حکم دیتا ہے تو پھول کی پنکھڑیوں جیسے بچوں سے زیادہ اور کون اس نرمی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ تو اساتذہ کو اپنے طلباء کے ساتھ بہت ہی نرمی سے پیش آنا چاہیے۔

الحلم والعلم خلتا کرم * للمرء زین اذا هما اجتمعا

حلم اور علم دونوں ایک دوسرے کے قلیق ہیں اگر کسی میں یہ دونوں جمع ہو جائیں تو اسے حسین بنادیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ (رواہ مسلم)

بلاشک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرم خوئی پر جو کچھ عطا کرتا ہے وہ سختی پر نہیں اور نہ کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ (رواه مسلم، سنن أبي داود ج ۴ ص ۴۰۲)

جو نرمی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم ہے۔

آپ نے اس اخلاقی وصف کی تعلیم ان الفاظ میں بھی ارشاد فرمائی۔

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ، عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ. (رواه الترمذي)

کیا میں تمہیں بتادوں کہ کون شخص آگ پر حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے۔ اس شخص پر جو لوگوں کے قریب ہو، نرم ہو اور آسان ہو۔

استاد ہو تو ایسا:

ایک اچھے اور کامیاب استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلم و بردباری، عفوو درگزر، ستر پوشی اور خوش خلقی جیسے اعلی اخلاق سے مزین ہو۔ ان تمام اخلاق کے عطر کا نام جن میں شان جمالی پائی جاتی ہے، یہی رفق و تلطف اور نرم دلی و نرم خوئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحم دلی، نرم خوئی اور رقیق القلبی کے واقعات سے کتب سیرت و حدیث بھری پڑی ہیں۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ جو ایک وفد کے ہمراہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور کئی روز مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب ہوتے رہے۔ آپ کے بارے میں کہتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَحِيمًا رَقِيقًا (صحيح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے۔

نرم روی کا ایک اہم پہلو لوگوں کے دکھ درد کا احساس اور ان کے غم میں شریک ہونا ہے۔ کوئی شخص جو سخت دل اور درشت خو ہے وہ کبھی کسی تکلیف دہ چیز یا غم انگیز صورتحال سے متاثر نہیں ہوتا۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طلباء کے ساتھ بہت ہی کریم شفیق اور مہربان تھے۔ انکی ہر وقت دلجوئی کرنے والے تھے۔

۳. مسئولیت:

جس کو رب العالمین نے علم کی دولت عطا کی ہے اب اس پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس علم کو آگے انکے اہل افراد تک پہنچانے کی۔ رب العالمین نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا [النساء: ۵۸]

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے امانتوں کو ان کے اہل افراد تک پہنچانے کا۔

اور معلم پر یہ حق ہے کہ اپنے طلباء کی پوری خبر گیری کرے ان کی صحیح نہج پر تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے حبیب پاک ﷺ فرماتے ہیں:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (رواه البخاري)

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے ہر ایک سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائی گی۔

۴. شاگردوں کی طبیعتوں کو سمجھنا:

رب العالمین نے ہر انسان کو ایک نرالے انداز سے پیدا کیا ہے۔ ہر ایک کی طبیعت کو جدا بنایا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف زبان سے کہنے سے سمجھ جاتے ہیں۔

کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ایک بار ڈانٹنے سے سمجھ جاتے ہیں۔

کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کو ایک بار ڈنڈی ماری جائے تو عمر بھر سمجھ جاتے ہیں۔

کچھ اسے ہوتے ہیں جن پر مارنے کا الٹا اثر پڑتا ہے۔

اب نبوی طریقہ یہ ہے کہ سب سے اول طلباء کی طبائع کو سمجھا جائے، پھر اس کے مطابق ان سے معاملہ کیا جائے۔ طلباء کی نفسیات کو نہ سمجھنا استاد کی سب سے بڑے ناکامی ہوتی ہے۔

تمام طلباء ایک جیسے نہیں ہوتے، مدرسین، اہل مدارس اور والدین سب لوگ یہ بات سمجھ لیں کہ کمزور کے لئے قدرتی مجبوری ہے دماغ اختیاری چیز نہیں ہے۔ ذہین اور زکی طلباء تو بات کو جلدی پالیتے ہیں لیکن استاد کا اصل امتحان کمزور طلباء کو پڑھانا اور سمجھانا ہوتا ہے۔ لہٰذا اہل مدارس کمزور دماغ طلباء کی تعلیم کا خاص انتظام کریں۔

۵. متعلم کے معیار کو سمجھنا:

حضور ﷺ کے طریق تعلیم میں اہم بات تھی متعلّم یا مخاطب کا معیار سمجھنا۔ آپ نے ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھا کہ سیکھنے اور سننے والے کی استعداد کیا ہے۔ ایک حقیقی معلم ہمیشہ افادیت کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے جب کہ عام طریقہ یہ ہے کہ معلم اپنے علم و فضل، بھاری بھر کم اصطلاحات سے متعلّمین کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہے یا اس زعم میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ تو صرف اعلیٰ سطح پر بات کرتا ہے، عام سطح پر اس سے گفتگو نہیں ہوتی۔ مگر مدنی کریم ﷺ کے طریق تعلیم میں ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے کہ وہ بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ایک اچھے استاد کی طرح سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہیں، اس کے ذہنی پس منظر، اس کی استعداد عقلی کو مد نظر رکھتے ہیں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سامع نے آپ ﷺ کی بات کو نہ سمجھا ہو یا غلط سمجھا ہو۔ پیغمبر ﷺ کی بات کو غلط سمجھنے کے نتائج ویسے بھی بڑے تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ ایک بات کو تین تین مرتبہ بیان کرتے تھے تاکہ سامعین صحیح سمجھ سکیں۔

اور آپ کا یہ طریقہ تھا کہ بدوی اور شہری، پڑھے لکھے اور ان پڑھ کے ساتھ اسکے معیار اور سمجھ کے مطابق بات کرتے تھے۔ کبھی ان کو مثالوں کے ذریعے بات ذہن نشین کرواتے تھے۔ احادیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ. فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنَّى كَانَ ذَلِكَ قَالَ أُرَاهُ عِرْقٌ نَزَعَهُ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ. (رواه البخاري)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے: بنی فزارہ کا ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی نے سیاہ بچے کو جنم دیا اور میں پسند نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے پوچھا ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے کہا سرخ!

آپ نے فرمایا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ عرض کی ہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا اس کی اصل نسب میں کہیں ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ بھی کہیں اصل نسب کا اثر ہوگا۔

اس طرح آپ نے ایک سادہ مثال کے ذریعے اس کے ذہن کی خلش کو دور کر دیا۔

۶۔ عدمِ تشدد: نبوی اسلوبِ تعلیم یہ ہے کہ طلباء پر عدم تشدد کی راہ اپنائی جائے، کیونکہ تشدد کے نتائج بہت برے نکلتے ہیں۔ بعض اساتذہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں، آپ نے فرمایا: "بچہ دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اس کو مارو"

وہ اساتذہ بھلا اس حدیث سے دلیل کیوں نہیں لیتے کہ:

مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَادِمًا لَهُ قَطُّ وَلَا امْرَأَةً لَهُ قَطُّ وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ

(مسند أحمد ج ۴۹ ص ۶۲ و رواه النسائي وابن حبان)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے کسی خادم کو نہیں مارا اور کبھی بھی اپنی کسی زوجہ کو نہیں مارا (بلکہ) آپ نے تو اپنے دستِ اقدس سے کبھی بھی کسی کو نہیں مارا تھا۔

شاگرد کو خوفزدہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

عصر حاضر کے بعض مدرسین فرماتے ہیں کہ اگر شاگرد کو ڈنڈا نہ دکھایا جائے تو اس کے دل سے استاذ کا رعب نکل جائے گا۔ ہم پوچھتے ہیں کیا تعلیم خوف ہراس اور ہیبت سے ہوتی ہے یا پیار محبت اور شفقت سے؟ انسان کی تو فطرت یہ ہے کہ وہ اچھائی کرنے والے پیار و محبت دینے والے سے محبت رکھتا ہے اور اسکا بے زر غلام بن جاتا ہے ڈنڈے مار پٹائی سے تو بچہ ماں باپ سے بھی بیزار ہونے لگتا ہے۔ بقول سعدی:

بندہ ءِ حلقہ بگوش ار ننوازی برود، لطف کن کہ لطف بیگانہ شود حلقہ بگوش

طلباء تو اساتذہ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیارے ہونے چاہییں۔ ان پر ڈنڈے برسا کر ان پر اپنا رعب جمانا اور اپنا سکہ بٹھانا کہاں کا انصاف ہے؟

وانما اولادنا بيننا * اكبادنا تمشي علي الارض

لو هبت الريح علي بعضهم لا متنعت عيني عن الغمض

سنتوں کی پرچار کرنے والو جواب دو ؟

ایک طرف آپ سنتوں پر عمل کرنے کے مدعی ہو، اور لوگوں کو سنتوں پر عمل کرنے کی شب وروز دعوت دے رہے ہو، اور دوسری طرف تمہارا خود یہ حال ہے کہ خود سنتوں پر عمل نہیں کرتے۔ ہمارے پیارے آقا مدنی مصطفیٰ ﷺ نے تو پوری زندگی اپنے ہاتھ مبارک سے کسی کو نہیں مارا، اور تم ڈنڈا لیکر مسافر طلباء پر سو سو ڈنڈے برسا کر سینچری بنا رہے ہو، کیا یہی آپ کا سنتوں پر عمل ہے؟

امام ابن ابی شیبہ روایت بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَيْرَهُمْ كَانَ لَا يَضْرِبُ.

(مصنف ابن أبي شيبة : ج ۸ ص ۳۶۸)

رسول اللہ ﷺ سب سے بہتر تھے کسی کو مارتے نہیں تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں؛

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَادِمًا لَهُ، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا ضَرَبَ شَيْئًا بِيَدِهِ. (مصنف ابن أبي شيبة ؛ ج ۸ ص ۳۶۸)

رسول اللہ ﷺ نے نہ کبھی اپنے کسی خدمتگار کو مارا نہ اپنی کسی بیوی کو مارا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔

طریقۃ نبوی سے انحراف کے بھیانک اثرات.

جب سے مبلغین اور مدرسین اور معلّمین نے وحیِ مُنزل مِنَ اللہ اور طریقہءِ محمد رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر تعلیم و تعلم کے لیے خود ساختہ طریقے اپنائے ہیں تب سے مدارس سے وہ برکت جاتی رہی ہے۔ آج مدارس سے دھڑا دھڑ حفاظ اور علماء تو نکل رہے ہیں دستار بندیاں ہو رہی ہیں مگر وہ علم کی برکات کہاں وہ حکمت کے ثمرات کہاں!

ہمارے درس خانوں سے آج نہ کوئی رومی نکلتا ہے، نہ رازی، نہ غزالی نہ غازی آخر کیوں اس پر ذرا سوچنے کی ضرورت ہے۔

شاگرد مار سے پڑھتا ہے یا پیار سے؟

انسانوں کی تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت نفوس، کے لئے رب العالمین جل جلالہ نے جتنے بھی انبیاء کرام بھیجے وہ رحمت اور شفقت کا پیکر بن کر آئے انہوں نے آکر لوگوں کو پیار سے پڑھایا اور سکھایا۔ وہ ڈنڈا لیکر نہیں آئے تھے بلکہ وہ پیار و محبت والی میٹھی زبان لیکر آئے تھے۔ انہوں نے کسی کو مار سے نہیں بلکہ پیار سے سکھایا اور پڑھایا تھا۔ پھر خاتم الانبیاء حبیبِ کبریا معلمِ کائنات اور مُدرسِ موجودات بنکر آئے تو ان کے متعلق باری تبارک وتعالی نے فرمایا

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

(آل عمران ۱۵۹)

(اے محبوب ﷺ) آپ اللہ کی طرف سے عطا کردہ رحمت کی وجہ سے ان پر نرم دل ہو گئے۔ اگر آپ تُند مزاج سخت دل ہوتے تو (یہ سب) آپکی جانب سے پریشان ہو گئے ہوتے۔

آپ ﷺ کے تربیتی اوصاف کو قرآن نے رَءُوفٌ رَحِيمٌ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِمُدَارَاةِ النَّاسِ كَمَا أَمَرَنِي بِإِقَامَةِ الْفَرَائِضِ

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۸، الدر المنثور ج ۲ ص ۴۶۹، روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۸)

بیشک اللہ نے مجھے لوگوں کے ساتھ اس طرح اچھائی کرنے کا حکم دیا ہے، جس طرح فرائض کو قائم کرنے کا۔

فرمان الاهي؛

معلمِ کائنات فخرِ موجودات استاذ الاساتذہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو ربِ ذوالجلال کی جانب سے فرمان مل رہا ہے کہ:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (الشعراء: ۲۱۵)

(اے حبیبِ محترم) مومنوں میں سے اپنے پیروکاروں کے لئے شفقت کے بازو بچھا دیجئے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قشیری بیان فرماتے ہیں:

أَلِن جانبک وقاربهم في الصحبة واسحب ذيل التجاوز علي ما يبدر منهم من التقصير (تفسير القشيري ج ۵ ص)

اپنا پہلو انکے لئے نرم کیجئے ان کو اپنی صحبت میں قریب کیجئے ان سے جو کوتاہیاں ہو جائیں ان سے عفو و در گذر کیجئے۔

تعلیم نبوی :

رسولِ کریم ﷺ نے زبانِ نبوت سے نہ صرف معلّمین و متعلّمین کے فضائل بیان فرمائے بلکہ تاقیامِ قیامت سلسلہء تعلیم جاری رہنے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم و تعلم کے بارے میں خصوصی وصیتیں بھی فرمائیں اور ہدایات بھی فرمائیں تاکہ چشمۂ علم جاری رہے اور امت مسلمہ علم کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہے۔ محدثین نے اپنی کتابوں کے ابواب العلم میں "وصیت الرسول لطالب العلم" کے مستقل باب باندھے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ تحریک علم کو کس طرح پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے اور آپ کو اس امر سے کتنی دلچسپی تھی کہ آپ کی امت میں اشاعت علم کے مستقل حلقے قائم ہوں اور طلبہ دور دور سے حصولِ علم کے لیے کشاں کشاں آئیں۔

اب ہم ذرا صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر ایک نظر ڈالیں کہ وہ کس طرح طلباء کے ساتھ پیش آتے تھے؟

صحابہ کرام کا طلباء کے ساتھ طرزِ عمل:

جب صحابہ کرام علیھم الرضوان نے اپنے آقا ﷺ کو طالبعلموں پر اتنا مہربان دیکھا اور انکو اتنا اعزاز دیتے ہوئے دیکھا تو سنت مصطفوی اور فرمودات محمدی پر عمل کرتے ہوئے وہ بھی اپنے طالب علموں پر بہت مہربان ہوگئے۔ وہ اپنے طلباء کے ساتھ بہت ہی شفقت و محبت پیار و خلوص سے پیش آتے تھے۔ وہ اپنی مجلسوں اور حلقوں میں نہایت انبساط ونشاط اور کشادہ دلی سے تعلیم دیتے تھے۔ وہ خوش طبع اور خوش خلق تھے اور طلباء کی نفسیات کو سمجھنے والے تھے۔ وہ اپنے طلباء کو نبوی نہج پر پڑھاتے سکھاتے تھے۔ کچھ مثالیں پیش ہیں:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل:

كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِذَا رَأَى الشَّبَابَ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ قَالَ:

صحابیء جلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نوجوان طلبہ کو دیکھتے تو کہتے تھے:

" مَرْحَبًا بِكُمْ يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ، وَمَصَابِيحَ الظُّلْمَةِ، خُلْقَانَ الثِّيَابِ، جُدُدَ الْقُلُوبِ، حُلْسَ الْبُيُوتِ، رَيْحَانَ كُلِّ قَبِيلَةٍ" (شعب الإيمان: ج ٣ ص ٢٤٢)

حکمت اور دانائی کے سرچشموں کو مرحبا جو اندھیروں کے چراغ ہیں، پرانے کپڑوں والے اور نئے دل والے ہیں، گھروں کی زینت ہر خاندان کے پھول ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل:

حبر الامۃ مفسرِ قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابو حمزہ نصر بن عمران فرماتے ہیں کہ ابن عباس اپنی مجلس میں مجھے تخت پر بٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ تم میرے یہاں رہو، میں تمہارے لئے اپنے مال سے ایک حصہ مقرر کر دیتا ہوں۔ (الفقیہ والمتفقہ ج ۱ ص ۱۱۷)

سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی خوشی:

سیدنا زر بن حُبیش بیان فرماتے ہیں کہ میں صفوان بن معطل کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھا کس کام سے آئے ہو؟ میں نے کہا طلبِ علم کی خاطر۔

یہ سنکر آپ بہت خوش ہوئے اور مجھے خوشخبری دیتے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

مَا مِنْ خَارِجٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ، إِلا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا بِمَا يَصْنَعُ (سنن ابن ماجة ج ۱ ص ۱۵۳، مسند أحمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۳۹، صحیح ابن خزیمة - ج ۱ ص ۹۷)

جو بھی اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلتا ہے تو فرشتے اس کی طالب علمی پر خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں۔

سیدنا ابوسعید خُدری کا طرزِ عمل:

ابو ہارون عبدی کہتے ہیں کہ ہم جب ابوسعید خدریؓ کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے: حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ہم نے کہا حضور ﷺ کی کیا وصیت ہے؟ کہنے لگے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنه سيأتي من بعدي قوم يسألونكم الحديث عني . فإذا جاءوكم ، فألطفوا بهم وحدثوهم (شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي ج ۱ ص ۳۴)

میرے بعد تمہارے پاس میری احادیث پوچھنے کے لیے لوگ آئیں گے۔ پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے لطف و شفقت سے پیش آنا اور انہیں حدیثیں بتانا۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

انه اذا رای الشباب قال مرحباً بوصية رسول الله ﷺ اوصانا رسول الله ان توسع لكم في المجلس و ان نفقهكم فانكم خلوفنا و اهل الحديث بعدنا.

جب وہ نوجوانوں کو دیکھتے تو حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق انہیں مرحبا کہتے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی ہے کہ تمہارے لیے مجلس میں کشادگی پیدا کریں اور تمہیں دین سکھائیں کیونکہ تم ہمارے بعد رہنے والے ہو اور ہمارے بعد حدیث کے امین ہو۔

علماء سلف کا وطیرہ:

اعمش کا فرمان: کسی نے امام اعمش سے کہا کہ یہ کیا آپ کے گرد بچے بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اسکت ھولاء یحفظون علیک امر دینک (الکفایة في علم الروایة ص۱۱۵)

خاموش ہو جائو یہ وہ ہیں جو تمہارے لئے تمہارے دین کے احکامات یاد کر رہے ہیں۔

کان علماء السلف یولون الطالب المسافر والغریب عن البلد مزیدا من الاھتمام تشجیعا له ومکافاة له علي جھده واتعابه لنفسه في سبیل العلم

(طبقات الحنابلة ج۲ ص ۱۰۸)

علماءِ سلف مسافر اور غریب الوطن طلباء سے محبت رکھتے تھے، انکو ہمت دلانے کا مزید اہتمام کرتے تھے۔ علم کی راہ میں انکی محنت اور تھکن کا اس طرح صلہ دیتے تھے۔

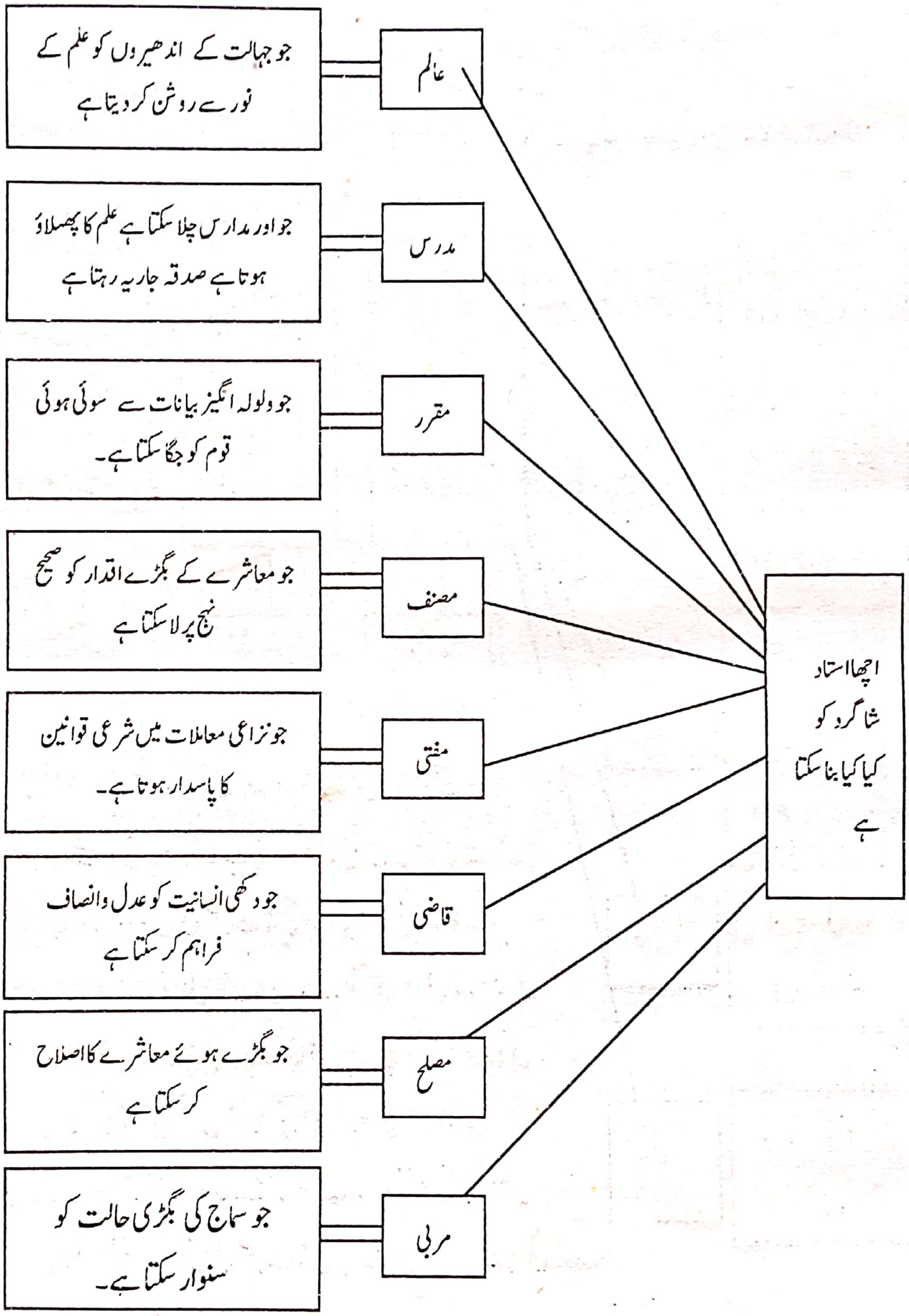
ہمارا المیہ: یہ تو مختصر بیان تھا، منہج نبوی کا، جس پر صحابہ کرام اور اس امت کے بہترین انسان عمل پیرا رہے، اور انہوں نے قوموں کی تقدیریں بدل ڈالیں، اور آج ہمارے علمائے دین کے طرزِ عمل کو دیکھیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے، آج انہوں نے اپنی خشونت اور تنگ نظری سے مسجدوں اور مدرسوں کو خوفناک جگہیں بنا دیا ہے۔ جہاں لوگ جانے سے ڈرتے اور ان حضرات کو ملنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ جہالت یا عدم واقفیت ایک مرض ہے، اسے معذور سمجھ کر اس کے ازالے کی کوشش کرنا انسانیت کی خدمت ہے۔ لیکن اس سے اظہارِ نفرت و انتقام اور بغض و عناد کر کے اس کی اصلاح کے تمام راستے مسدود کرنے والی بات ہے۔ یہ سب سنتِ نبوی سے دوری کے نتائج ہیں۔ ایک مرتبہ پھر دیکھو ہمارے نبی جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں جن کی محبت کے دعویدار ہیں وہ پیارے آقا ﷺ ان معلموں اور مدرسوں کے لئے کیا سنہری اصول بیان فرما رہے ہیں ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

عَلِّمُوا، وَيَسِّرُوا، وَلَا تُعَسِّرُوا، وَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ.

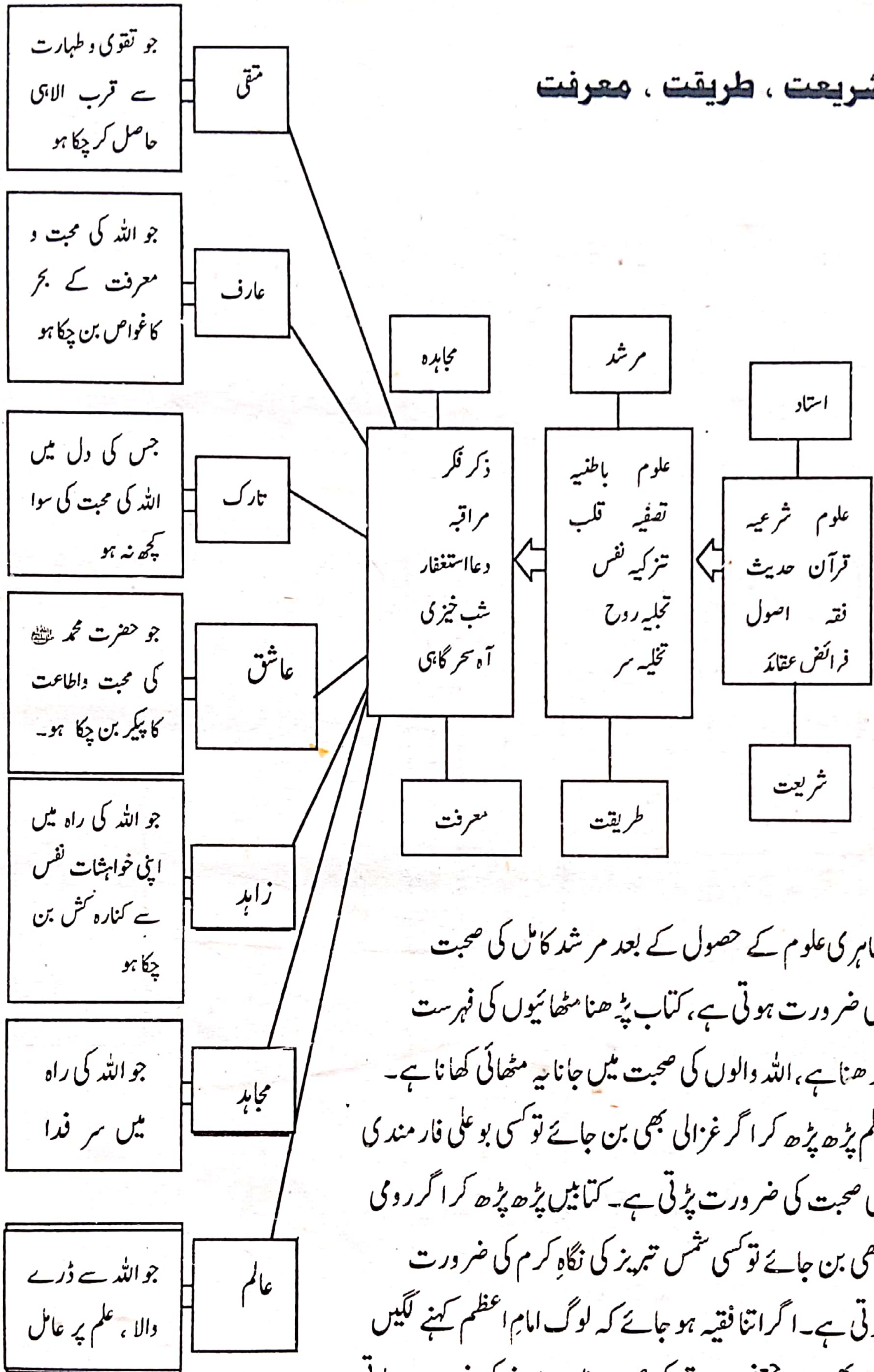
(مسند أحمد ج ۱ ص ۲۲۹، مسند الطیالسي ج ۱ ص ۳۴۰)

سکھاؤ، آسانی پیدا کرو، مشکل پیدا نہ کرو اور تم میں سے کوئی جب غضبناک ہو تو خاموش رہے

صحیح معلم اور مدرس کی تعلیم شاگرد کو کیا بنا سکتی ہے



شریعت ، طریقت ، معرفت



ظاہری علوم کے حصول کے بعد مرشد کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے، کتاب پڑھنا مٹھائیوں کی فہرست پڑھنا ہے، اللہ والوں کی صحبت میں جانا یہ مٹھائی کھانا ہے۔ علم پڑھ پڑھ کر اگر غزالی بھی بن جائے تو کسی بو علی فارمندی کی صحبت کی ضرورت پڑتی ہے۔ کتابیں پڑھ پڑھ کر اگر رومی بھی بن جائے تو کسی شمس تبریز کی نگاہِ کرم کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر اتنا فقیہ ہو جائے کہ لوگ امامِ اعظم کہنے لگیں پھر بھی امام جعفر صادق کی صحبت میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس لئے علم پڑھنے کے بعد ہر عالم کو کسی کامل مرشد کی صحبت ضروری ہوتی ہے۔

دوسرا باب

اساتیذ و تلامیذ

اساتذہ کے لئے دعا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ہادیء عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اساتذہ کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی تھی:

اللهم اغفر للمعلمين وبارك لهم في أبدانهم وأطل أعمارهم

(الفردوس بمأثور الخطاب ج ۱ ص ۵۰۰)

اے اللہ اساتذہ کی مغفرت فرما انکی صحتوں میں برکت دے اور انکو لمبی عمریں عطا کر۔

تعلیم کی اهمیت

یہ امت ، امتِ "اقرا" ہے۔ کیونکہ سب سے پہلا آسمانی حکم جو اس امت کے تاجدار، امام الانبیاء کے ذریعے ملا وہ تھا "اقرا" پڑھ۔ یہ لفظ بڑا جامع ہے جس میں لکھنے پڑھنے پڑھانے تعلیم و تعلم کے سارے معاملات سمائے ہوئے ہیں وحیِ ربانی کا آغاز عبادات، معاملات، مالیات، سیاسیات سے نہیں ہوا بلکہ "اقرا" کے لفظ سے ہوا۔ لفظ اقرا یہ مفتاح تعلیم ہے۔ پھر رسولِ عربی ﷺ نے قولا اور فعلا اپنے غلاموں کو پڑھنے پڑھانے کی ترغیب دی۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ علم انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جس کے بغیر انسان ادھورا ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر موڑ میں علم کے بغیر ٹھوکریں ملتی ہیں علم عزت و شرف کا راز ہے۔ اور علم بغیر استاذ کے نہیں ملتا۔

علم وہ چیز ہے جس کی اہمیت وافادیت سے کوئی بھی ذی شعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس کے عام کرنے کی بات ہو تو پھر چند چیزوں کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔

پہلی بات: علم کی اہمیت و فضیلت کیا ہے اور اس کی اقسام کتنی ہیں۔

دوسری بات: حصولِ علم کس طرح ہو؟

تیسری بات: ابلاغِ علم کس طرح ہو؟

چوتھی بات: معلم و متعلّم کی حیثیت کیا ہے؟ ان کا باہمی رشتہ کس طرح ہونا چاہیے؟

ان سب کا خلاصہ یہ ہے، اول علم پھر عالم پھر متعلّم۔ ان تینوں چیزوں میں سے ہر چیز کی حیثیت مسلمہ ہے۔

علم ، عالم اور متعلم:

اگر علم فضیلت ہے تو اس کا سکھانے والا بھی فضیلت والا ہو گا۔ اسے سیکھنے والا بھی فضیلت والا ہو گا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ یہ سب اجر میں برابر ہیں۔

استاذ کا مقام:

تعلیم و تربیت وہ شعبہ ہے جس کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث کیا گیا۔ یہ وہ مقدس نبوی پیشہ ہے جس کی اہمیت و افادیت خود قرآن نے بیان فرمائی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے خود اساتذہ کا شان و مقام بیان فرمایا ہے۔ استاذ امین ہوتا ہے جو قوم کے بچوں کے ذہنوں کی سفید تختی پر تحریر کرتا ہے۔ پھر اگر استاذ کی ذہنیت اچھی ہوتی ہے تو وہ شاگردوں کے ذہنوں پر اچھائی لکھتا ہے۔ معاشرے میں استاذ کا کردار بہت اہم اور مؤثر ہوتا ہے۔

بچوں کی شخصیت بنانے سنوارنے میں ماں اور باپ کے بعد استاذ کا کردار بہت اہم ہُوا کرتا ہے۔ استاذ قوموں کے معمار ہوتے ہیں استاذ قوموں کا اثاثہ ہوتے ہیں استاذ معاشرے کے وہ محترم معزز اور مکرم فرد ہیں جن کی تربیت سے قوم کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔

آج کے بوڑھے کل نہیں ہونگے آج کے بچے ان بوڑھوں کی جگہ ملک و قوم کا نظم و نسک چلانے والے ہونگے۔ آج کے جو علما و مشائخ ہیں مفتیانِ کرام اور خطیبانِ عظام ہیں آج کے بچے کل ان کے جانشین ہونگے تو استاذ کی کتنی بڑی ذمہ داری ہے کہ قوم کے معماروں کی صحیح طور پر تعلیم و تربیت کریں تا کہ کل وہ اچھی طرح سے اس ذمہ داری کو نبھا سکیں۔

استاذ کو امانتدار ہونا چاہیے:

والدین بڑی آس لگا کر اپنے بچوں کو مدارس میں داخل کرتے ہیں کہ ان کے بچے عالم اور فاضل بنیں گے کوئی اعلیٰ مقام حاصل کریں گے ادارہ اساتیذ کو تنخواہ دیتا ہے اب یہ شاگرد اساتیذ کے پاس امانت ہیں انکو اچھی طرح سکھائیں پڑھائیں۔ بلا سبب شاگردوں کو مارنا، ڈرانا، دھمکانا قطعاً درست نہیں جیسا کہ بعض اساتذہ صرف اپنا رعب جمانے کے لئے کرتے ہیں۔ بعض اساتذہ شاگردوں کو بلاسبب مارتے ہیں یا ایسی غلطی پر مارتے ہیں جس کا علاج مارنا ہوتا ہی نہیں۔

متعلم کی حیثیت :

علم اگر اپنی ذات میں ایک فضیلت ہے اور پہنچانے والا معزز ہے تو اسے حاصل کرنے والا بھی صاحب فضیلت و عظمت ہونا چاہیے اور حصولِ علم کی جد وجہد بھی قابل فخر و ستائش طرزِ عمل قرار پانا چاہیے۔

مَنْ غَدَا أَوْ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُرِيدُ غَيْرَهُ، لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ لِيُعَلِّمَهُ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ، كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، رَجَعَ غَانِمًا.

(الموطأ لامام مالک: ج ۱ ص ۲۲۸)

جو شخص صبح یا شام مسجد میں اس کے سوا کسی ارادے سے نہیں جاتا کہ وہاں سے بھلائی سیکھے یا سکھائے تو پھر جب وہ اپنے گھر لوٹتا ہے تو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے جو مالِ غنیمت لیکر لوٹا ہو۔

عَنْ وَاثِلَةَ بنِ الأَسْقَعِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَأَدْرَكَهُ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كِفْلَيْنِ مِنَ الأَجْرِ، وَمَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَلَمْ يُدْرِكْهُ كَتَبَ اللّٰهُ كِفْلًا مِنَ الأَجْرِ (المعجم الكبير للطبراني ج ۱۵ ص ۴۴۴)

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے علم طلب کیا اور اسے پالیا تو اسے دوہرا اجر ہے اور جس نے طلب علم کی اور اسے حاصل نہ کرسکا اسے بھی ایک اجر ملے گا۔ سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (صحيح مسلم)

جو شخص اس راہ پر چلتا ہے جس سے علم حاصل ہوتا ہے تو اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان بناتا ہے اور کسی خانہ خدا میں بھی لوگ تلاوتِ کتاب اور مذاکرہ (علم) کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں تو ان پر سکون طاری کیا جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔ فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور اللہ اپنے ہاں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس کے عمل نے اسے پیچھے رکھا اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جائے گا۔

معلم اور طبیب؛

معلم طبیب کی مانند ہے، طبیب مرض سے نفرت کرتا ہے نہ کہ مریض سے بلکہ مریض طبیب کی زیادہ توجہ کا مستحق ہے بنسبت صحتمندوں کے۔ دوسری بات یہ کہ طبیب کا کام ہے مرض کو پہچاننا اور پھر اس کے لئے صحیح دوائی تجویز کرنا اور اس کے ساتھ شفقت اور پیار کا معاملہ کرنا۔ بلکل اسی طرح مدرس اور معلم کے سامنے ہوشیار ہونہار طلباء بھی ہیں اور کند ذہن، علم سے بے رغبت شاگرد بھی ہیں، تو معلم کی زیادہ التفات اور مہر و محبت کا مستحق وہ غریب ہے۔ اگر استاذ اس سے نفرت کرے گا بات بات پر ٹوکے گا یا اس پر ظالمانا تشدد کرے گا تو وہ کیا پڑھے گا کیا سیکھے گا۔

کامیاب استاذ کی خوبیاں:

- وہ اپنے شاگرد پر مہرباں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہو۔
- ہر ایک کے ساتھ مکارمِ اخلاق سے پیش آنے والا ہو۔
- وہ خوشگوار چہرے والا ہو۔
- سلام کی ابتدا کرنے والا ہو۔
- روٹی کھلانے والا پانی پلانے والا ہو۔
- غصہ کو پی جانے والا ہو۔
- ایذاء رسانی سے بچنے والا ہو۔
- ایثار کرنے والا ہو۔ انصاف کرنے والا ہو۔

❖ نیکی کرنے والے کا شکریہ ادا کرنے والا ہو۔
❖ طلباء کی حاجات کو پورا کرنے والا ہو۔
❖ میٹھی زبان والا ہو۔ خندہ پیشانی والا ہو۔
❖ نیکیوں پر اکسانے والا، برائیوں سے روکنے والا ہو۔
❖ مہر و محبت سے پیش آنے والا ہو۔
❖ طلباء کے ساتھ اچھا معاملہ برتنے والا ہو۔
❖ خوش طبعی خندہ پیشانی سے ملنے والا ہو۔
❖ طلباء کی رائے کا احترام کرنے والا ہو۔
❖ ان کے درمیان عدل سے پیش آنے والا ہو۔
❖ ان کے مستقبل کو سنوارنے کا جذبہ رکھنے والا ہو۔
❖ ان کے معاملات میں عفو و درگذر کا پہلو غالب رکھنے والا ہو۔
❖ ایک پر دوسرے کو ایسی ترجیح نہ دیتا ہو کہ کسی کی دل شکنی ہو۔
❖ اس کی ذاتی عادات میں سے یہ بھی ہوں کہ وہ:
❖ دوام توبہ والا ہو۔
❖ اعمال میں اخلاص والا ہو۔
❖ اللہ پر یقین رکھنے والا، تقوی کرنے والا ہو۔
❖ وہ صبر، شکر والا ہو۔
❖ رضا، قناعت، زہد، توکل، حسن ظن والا ہو۔
❖ عفو و درگذر، اور شفقت اس کی عادت ہو۔
❖ کسی کی دل شکنی اور دل آزاری نہ کرتا ہو۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حسنین کریمین کے علاوہ آپکی اور بھی اولاد ہے مگر جب جنگ ہوتی ہے تو آپ دوسرے بیٹوں کو آگے کرتے ہیں

اور حسنین کو پیچھے رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: وہ بیٹے میرے بازو ہیں حسنین میری آنکھیں ہیں اپنے بازوؤں سے آنکھوں کی حفاظت کرتا ہوں۔

یہ آپ کا ایک عجیب دانشمندانہ جواب تھا کیونکہ وہ صاحبزادے بھی سامنے تھے تو ایسا جواب دیا کہ سب خوش ہوئے اور کسی کی دل شکنی نہ ہوئی۔

استاد کی خامیاں :

۱. شاگرد کی نفسیات کو نہ سمجھنا۔ بات بات پر پٹائی کرنا۔
۲. برے الفاظ بولنا برے القاب دینا۔
۳. ہم عمروں کے آگے بے آبرو کرنا۔
۴. طلباء میں برابری نہ کرنا ایک کو دوسرے پر فوقیت دینا۔
۵. استاد کا متکبر ہونا۔
۶. طالب کی عزت شخصی کو توڑنا۔
۷. شاگرد کے ساتھ غیر ہمدردانہ سلوک کرنا۔
۸. بات بات پر ٹوکنا جھڑکنا۔
۹. اسکے عیوب کو ظاہر کرکے اس کو خوار وشرمسار کرنا۔
۱۰. ذلت آمیز سزائیں دینا۔
۱۱. طلباء کی ضروریات کا ادراک نہ کرنا۔
۱۲. طلباء سے تعاون نہ کرنا۔
۱۳. تعلیم وتربیت کے قوانین وضوابط سے بے خبر ہونا۔
۱۴. طلباء کو پڑھنے سیکھنے کی ترغیب نہ دینا۔
۱۵. تعلیم کے اہداف مقرر نہ کرنا نہ ان کے حصول کی کوشش کرنا۔
۱۶. طلباء کو ذہنی اور فکری غذا مہیا نہ کرنا۔
۱۷. طلباء کو کسی مقام تک پہنچانے کے جذبے کا فقدان۔

۱۸. غیر معروف رنگ ڈھنگ سے پڑھانا۔

۱۹. طلباء کو بات بات پر لعنت وملامت کرنا۔

۲۰. طلباء کو فکر کی آزادی نہ دینا۔

۲۱. طلباء کو ذہنی اذیت وذہنی کوفت دینا۔

۲۲. طلباء پر اپنا ایسا رعب جمانا کہ کھل کر دل کی بات بھی نہ کرسکیں۔

۲۳. استاد کا قومیت وعصبیت والا ذہن رکھنا۔

۲۴. استاد اور شاگرد کی ذہنی ہم آہنگی نہ ہونا۔

۲۵. شاگرد پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا۔

۲۶. اوقاتِ تعلیم میں دوستوں سے ملاقاتیں کرنا یا فون استعمال کرنا۔

۲۷. طلباء کے ساتھ جارحانہ انداز اختیار کرنا۔

۲۸. طلباء کی اچھی بات پر بھی انکی تحسین نہ کرنا۔

۲۹. دورانِ سبق غیر متعلقہ افراد کا کلاس میں بلانا ان سے گفتگو کرنا۔

۳۰. استاد کا انتقامی طبیعت وذہنیت کا شکار ہو جانا۔

۳۱. شاگرد کو تیکھی نظروں سے تکنا۔

۳۲. کسی چیز کی تقسیم کے وقت اس کو جان بوجھ کر محروم کرنا۔

۳۳. اعلی درجے کے طالب کے سامنے اس سے کم درجہ طالب کی تعریف وتوصیف کرنا۔

۳۴. طالب کو جوتے مارنا۔

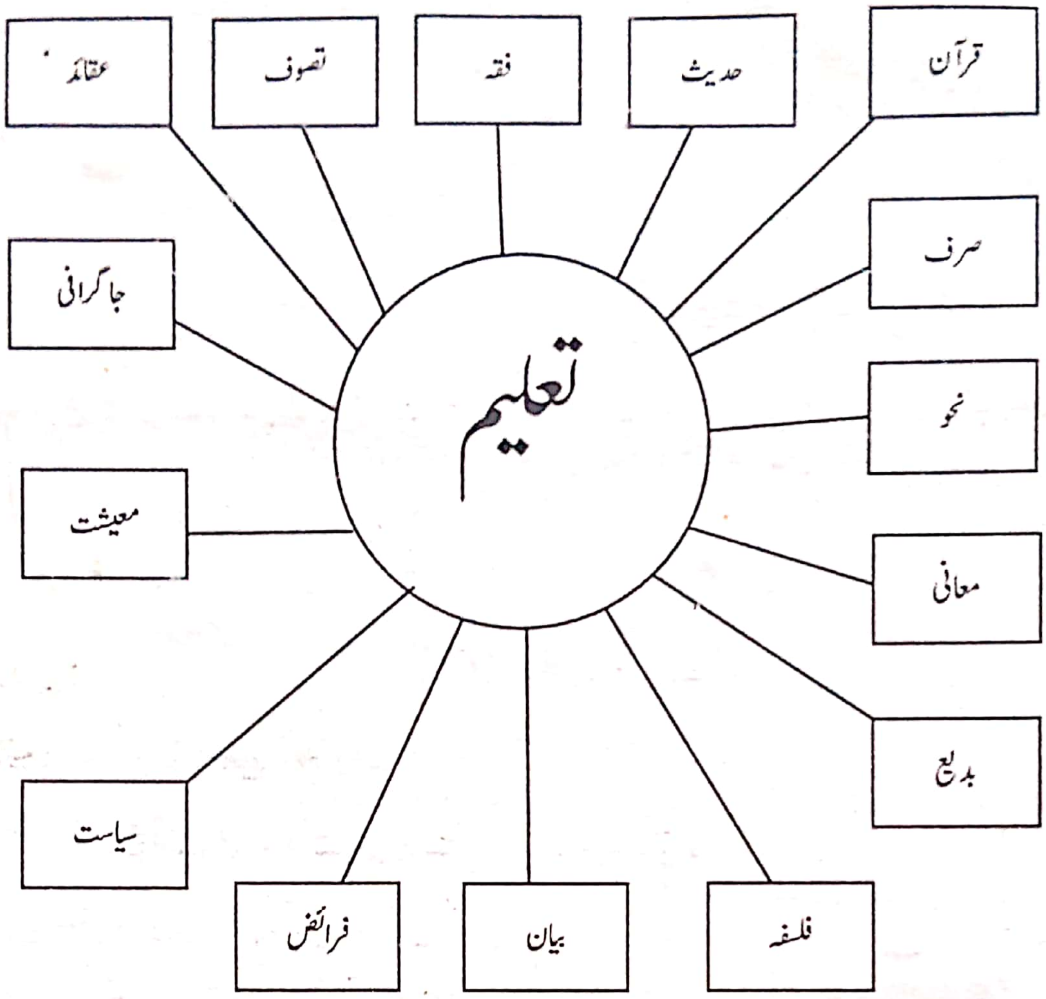
۳۵. نہ مارنے کا وعدہ کر کے پھر مارنا۔

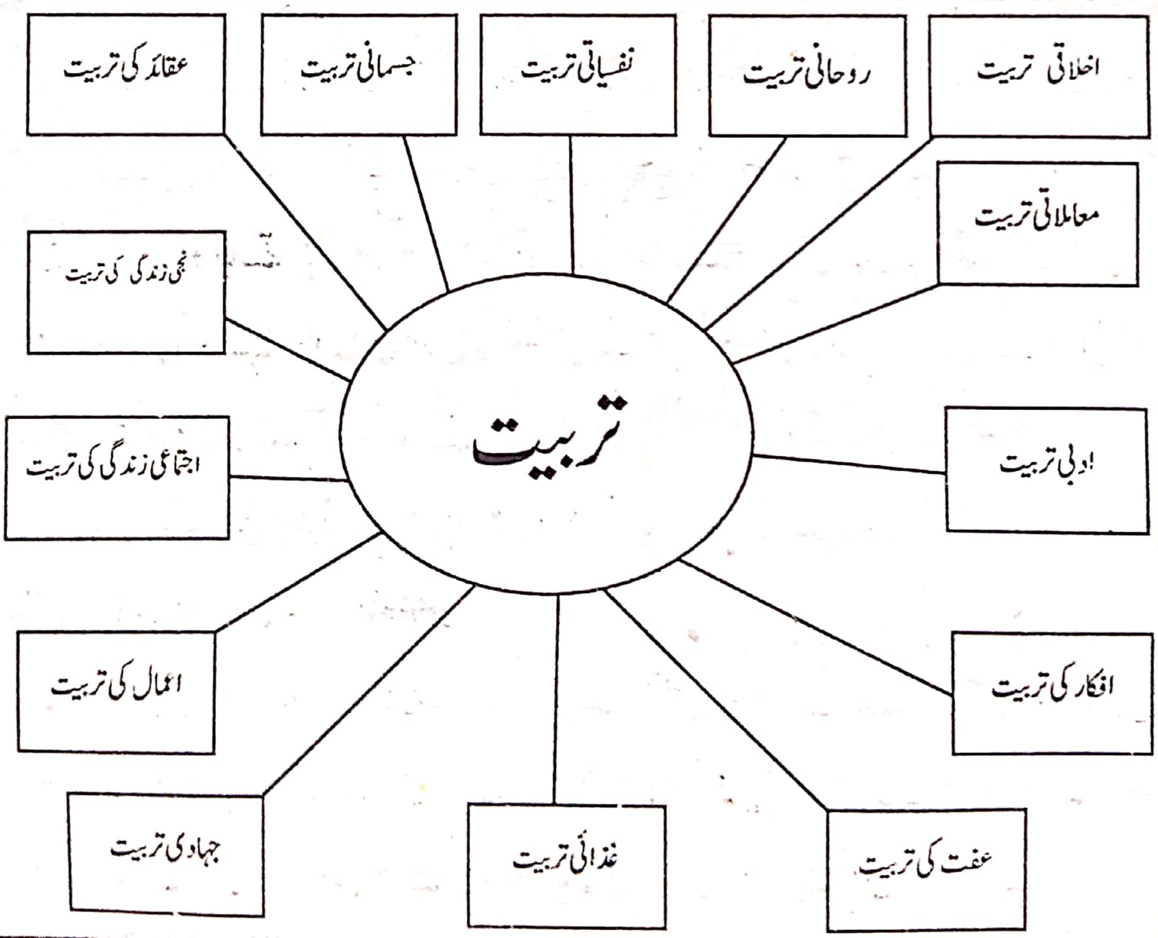
۳۶. اسے ایسے امر پر سزا دینا جو اس کے بس میں نہ ہو۔

۳۷. اس کو معافی اور تلافی کا موقع نہ دینا۔

۳۸. کسی دوسرے آدمی سے اسکی پٹائی کروانا۔

۳۹. طلباء کو گالیاں دینا، ناشائستہ الفاظ بولنا۔


تعلیم
قرآن
حدیث
فقہ
تصوف
عقائد
صرف
نحو
معانی
بدیع
فلسفہ
بیان
فرائض
سیاست
معیشت
جاگرانی


تربیت
اخلاقی تربیت
روحانی تربیت
نفسیاتی تربیت
جسمانی تربیت
عقائد کی تربیت
معاملاتی تربیت
نجی زندگی کی تربیت
اجتماعی زندگی کی تربیت
ادبی تربیت
افکار کی تربیت
اعمال کی تربیت
جہادی تربیت
غذائی تربیت
عفت کی تربیت

سیدنا امیر معاویہ کا فرمان: لا أضع سيفي حيث يكفيني سَوْطي ولا أَضع سَوْطي حيث يكفيني لِساني ولو أَنَّ بيني وبين الناس شَعْرة ما انْقَطعت. قيل: وكيف ذلك؟ قال: كنت اذا مدوها خليتها واذا خلّوها مددتها

(غريب الحديث لابن قتيبة ج ۲ ص ۴۱۳)

جہاں میری لاٹھی مجھے کفایت کرتی ہے، وہاں تلوار نہیں اٹھاتا، جہاں میری زبان مجھے کفایت کرتی ہے وہاں لاٹھی نہیں اٹھاتا۔ لوگوں کے اور میرے درمیان اگر ایک بال بھی ہو تو وہ نہیں ٹوٹے گا، کہا گیا وہ کیسے؟ کہا جب کھینچیں تو میں ڈھیلا کردوں گا، اور اگر وہ ڈھیلا کریں تو میں کھینچ لوں گا۔ کتنا بڑا عاقلانہ قول ہے!

اساتیذِ محترم سے گذارش!

والدین نے بچے آپ کی خدمت میں پڑھنے کہ لئے بھیجے ہیں اسکول ہو یا مدرسہ وہ آپکو تنخواہ دیتا ہے تاکہ آپ ان مسافروں کو اچھی تعلیم دیں۔ اور آپ اگر ان کو مار مار کر پاگل بنادیں یا پڑھنے سے باغی کردیں یا مدرسہ ہی چھڑوا دیں تو اس کی ناکامی اور نامرادی میں آپ بھی برابر کے شریک ہونگے۔ اور اگر وہ تعلیم چھوڑ کر بھاگ گئے تو وہ نہ مدرسے کو منہ دکھانے کے قابل رہتے ہیں نہ گھر کو۔ اب وہ لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں اب گھر میں وہ چھٹی انگلی کی طرح ہو جاتے ہیں جو کتنی بدنما لگتی ہے۔ اور اسے کاٹا بھی نہیں جا سکتا۔ خدارا ان پر رحم کرو! ان کو اپنے بچوں کی طرح سمجھو ان کے اوپر خصوصی توجہ کرو۔ ان کے اسباق کو ضایع مت کرو۔ ان کے وقت اور انکی زندگی کی قدر کرو۔ ان کو ایک اچھا عالم اور اچھا مدرس بناؤ تو یہ آپ کہ لئے صدقہ جاریہ ہے جس کا اجر آپ کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔

طلباء کی طبائع کو سمجھو:

رب العالمین نے ہر انسان کی طبیعت جدا بنائی ہے، بعض کو صرف ایک بات کہہ دو تو ان پر اسکا اتنا اثر پڑتا ہے کہ دوسرے پٹائی کرنے سے بھی اتنا اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے استاد کو سب سے پہلے تو طلباء کی طبائع کو سمجھنا پڑتا ہے۔ پھر ہر ایک کی اصلاح کا طریقہ بھی جدا ہوتا ہے۔

ایک لاٹھی سے سب کو بھینس سمجھ کر مارنا ایک قابل استاد کا کام نہیں۔ تعلیم و تربیت میں اختلاف مزاج کا لحاظ رکھنا دراصل سب سے بڑا امتحان ہوتا ہے۔ کہیں بے زبانی بھی زبان سے زیادہ کام دیتی ہے۔ لفظوں کی مار لاٹھی سے زیادہ ہوتی ہے۔

کم ذہن طلباء زیادہ احسان کے مستحق ہیں:

بعض استاذ کسی کم ذہن، کم فہم شاگرد کو ایک دو بار سمجھاتے ہیں اگر وہ یاد نہیں کرتا تو اس پر ظالمانہ تشدد کرتے ہیں۔ بتاؤ اس میں طالب کا کیا قصور ہے اگر وہ پیدائشی طور پر حسین و جمیل نہیں، تو اس میں اسکا کیا جرم ہے۔ اگر کسی کو ازل سے ہی کم ذہن بنایا گیا ہے تو اس میں اس مسکین کا کیا قصور؟ اس وجہ سے تو وہ استاذ کے مزید احسان کے مستحق ہیں، نہ کہ مزید ڈنڈے برسانے کے۔۔

امام ابوالاسود الدؤلي كي اساتذه كو نصيحت:

يـا ايهـا الرجـل المعلـم غـيره * هـلا لنفسـك كـان ذا لتعليـم

ابدأ بنفسك فانهها عن غيّها * فـاذا انتهـتَ عنه فـانـت حكيم

فهناك يُسمع ماتقول ويقتدي * بالعلم منك وينفع التعليم

تصف الداوء لذي السقام وذي الضني * كيما يصح به وانت سقيم

لاتنـهَ عـن خُلـق وتـاتي مثلـه * عـار عليـك اذا فعلـت عظـيم

(جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر ١١٨٨)

تذكر للقوم حين نأوا * وخلّفك العجز اذا اسرعوا

فأصبحت تهدي ولاتهتدي * ولاتُسمِعُ وعظًا ولاتسمعُ

فيا حجر الشَّحذ حتي متي * تَحُدُّ الحديد ولا تقطعُ

(الوافي بالوفيات ج ٢ ص ٢٦١)

طلباء میں برابری کرنا:

ابن سحنون اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أيما مؤدب ولی ثلاثة صبية من هذه الأمة و لم يعاملهم بالسوية فقيرهم و غنيهم حشر يوم القيامة مع الخائنين

(المسلم بين الهوية الإسلامية والهوية الجاهلية ج ٢ ص ١٦٥ ، كتاب آداب المعلمين ص ٨٠)

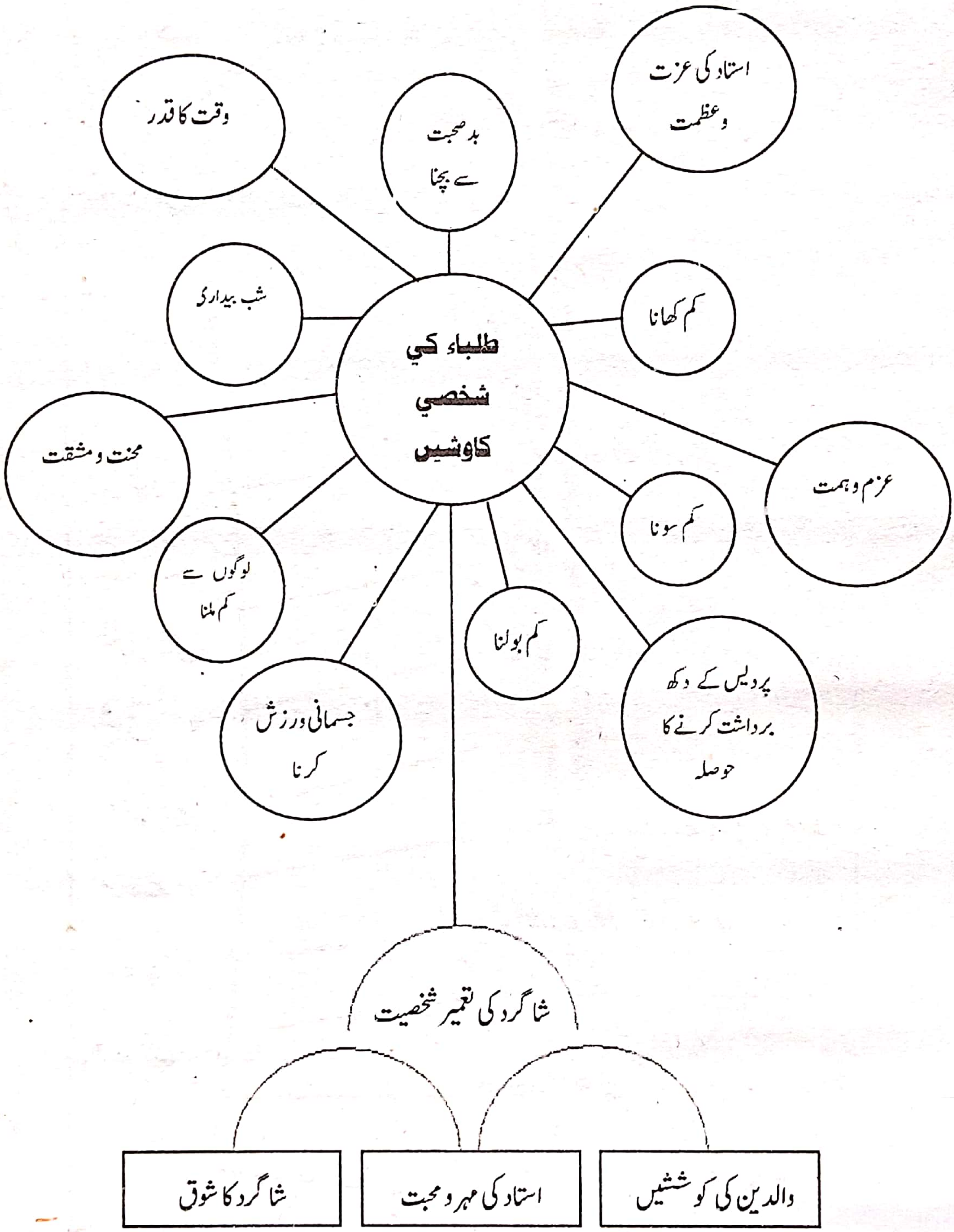
جو تربیت کرنے والا اس امت کے تین بچوں کی تربیت کرنے والا بنا اور ان کے مسکین اور غنی لڑکوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہ کیا تو روزِ محشر خیانت کرنے والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

علامہ ابن عساکر اپنی تاریخ میں سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے راویت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أبعد الخلق من الله رجلان : رجل يجالس الأمراء فما قالوا من جور صدقهم عليه، ومعلم الصبيان لا يواسي بينهم ولا يراقب الله في اليتيم (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ١٦ ص ٢٢. جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي ج ١ ص ٤٣٩. ابن عساكر ج ٢٨ ص ١٨)

سب مخلوق میں سے اللہ سے بہت دور شدہ دو اشخاص ہیں، پہلا وہ شخص جو امیروں کا حاشیہ نشین ہے ان کے مظالم پر (حق سچ کہنے کی بجائے) ان کی تصدیق کرتا ہے دوسرا وہ بچوں کو پڑھانے والا استاذ جو ان کے درمیان برابری نہیں کرتا اور (بالخصوص) یتیم کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔

شاگرد کی تعمیر شخصیت کے بنیادی ستون:

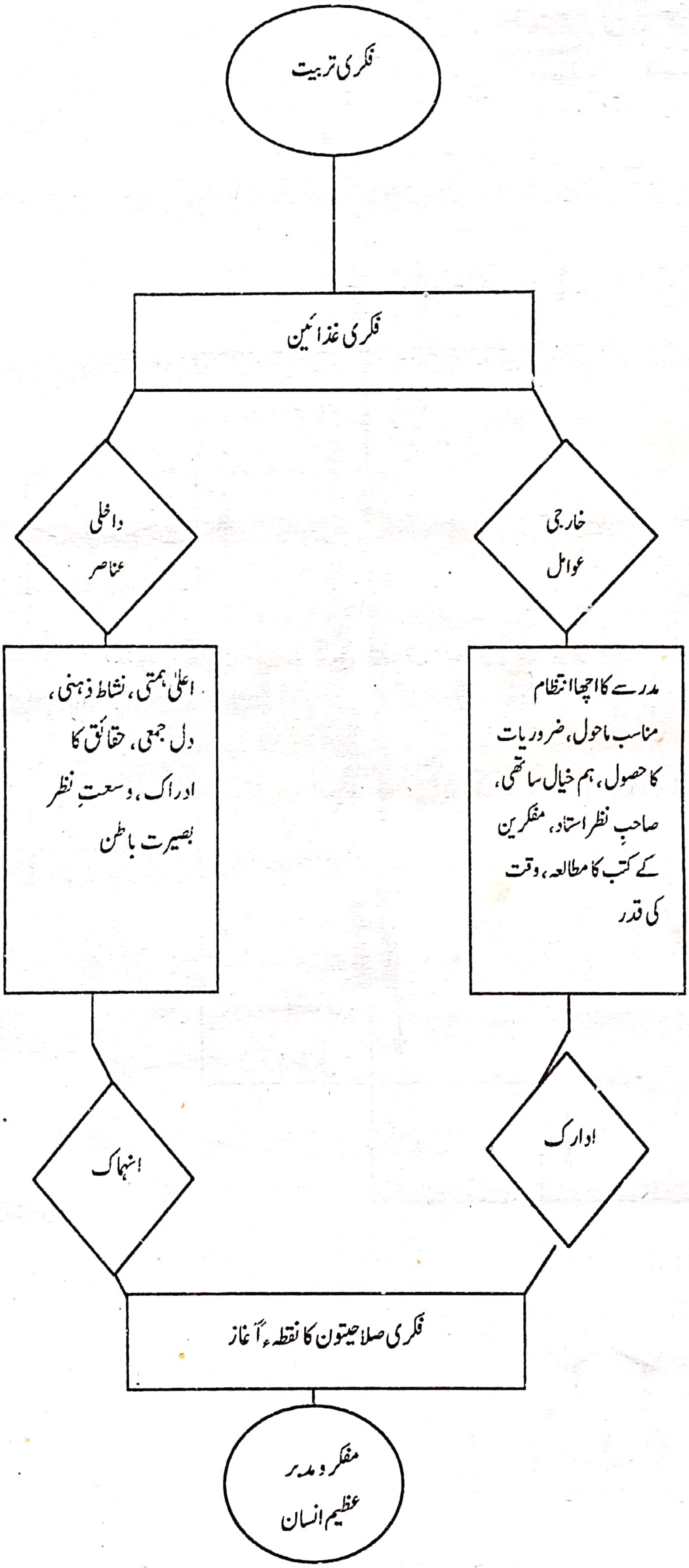


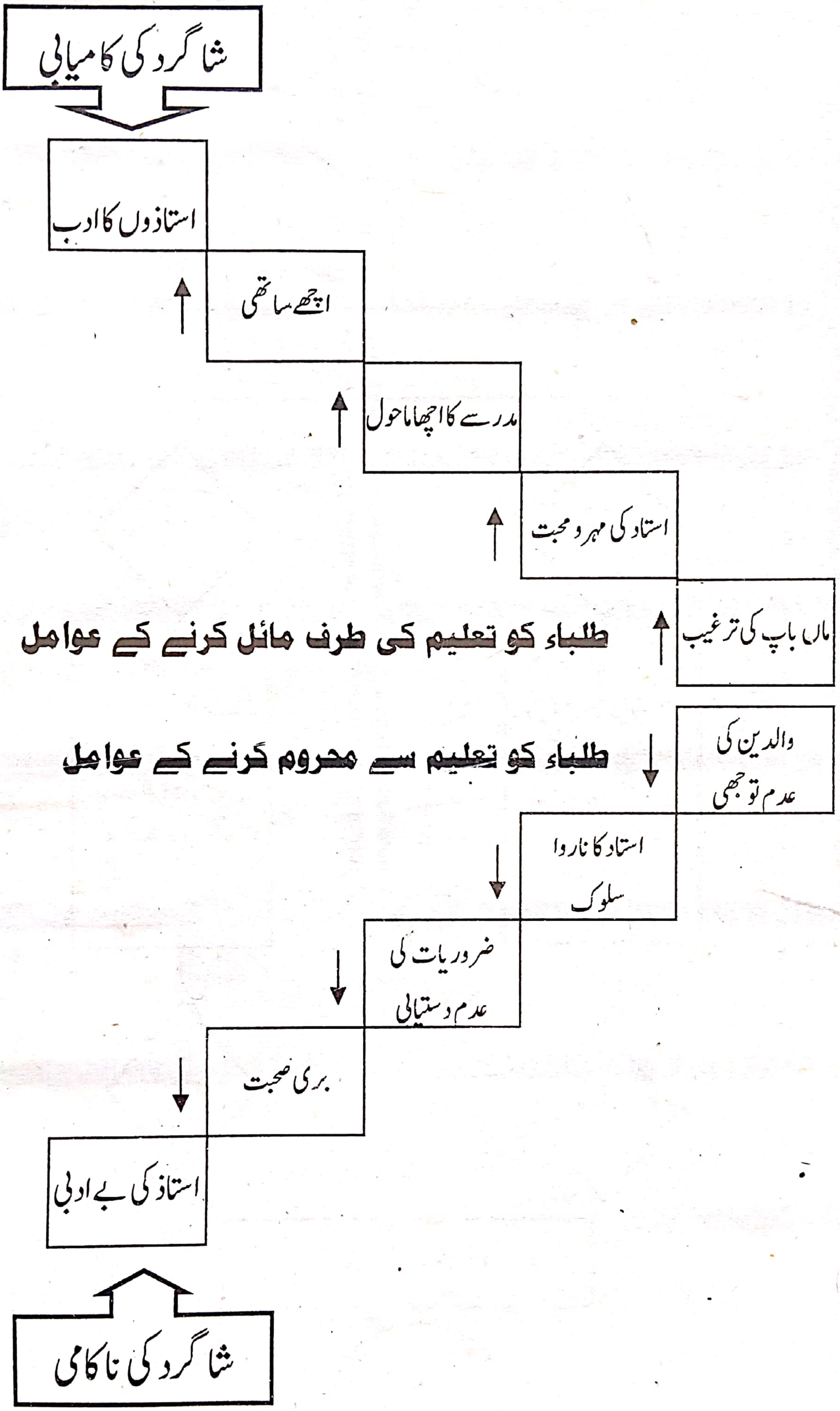
طلباء کے لیے ضروری باتیں :

نظام کی پابندی کرنا۔ اساتذہ کی عزت و آبرو کرنا، ان کو اپنے والد کی مانند سمجھنا۔ پڑھنے کی رغبت رکھنا۔ ساتھیوں سے بہتر کارکردگی دکھانے کی حرص رکھنا۔ اضافی وقت میں کورس کے علاوہ کورس سے متعلق مزید کتب کا مطالعہ کرنا۔ خدمت کا جذبہ رکھنا۔

اساتذہ کے لئے طلباء میں شوق و ذوق پیدا کرنے کے چند وسائل

- انعام واکرام کی لالچ دینا.
- بات غور و فکر سے مثالوں کے ساتھ سمجھانا.
- اسکی اچھی بات پر اس کو داد دینا تحسین کرنا.
- حکایتون اور قصوں سے بات سمجھانا.
- اسکو پیار بھرے اور اچھے لفظوں میں پکارنا.
- اسکی غلطی پر اسے محبت سے سمجھانا.
- کبھی کبھی دھمکی دینا.
- اس کے عقل و خرد کے مطابق بات کرنا.
- اسکے ساتھیوں کے سامنے اسکے چند تعریفی کلمات بولنا.
- اسکی غلطیوں پر عفو و در گذر کرنا
- اسکے ساتھ محبت مروت اور شفقت سے پیش آنا.
- دوران درس خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے بات کرنا.
- بڑی غلطی پر اسے بلا کر دھمکی آمیز لہجے میں سمجھانا.
- استاذ کو خود اپنا قول اور کردار اچھا رکھنا.
- طلباء کی کامیابی کے لئے رات کو رو رو کر اللہ سے دعا کرنا.


فکری تربیت
فکری غذائیں
داخلی عناصر
خارجی عوامل
اعلیٰ ہمتی، نشاط ذہنی، دل جمعی، حقائق کا ادراک، وسعتِ نظر بصیرت باطن
مدرسے کا اچھا انتظام مناسب ماحول، ضروریات کا حصول، ہم خیال ساتھی، صاحبِ نظر استاد، مفکرین کے کتب کا مطالعہ، وقت کی قدر
انہماک
ادراک
فکری صلاحیتوں کا نقطہ آغاز
مفکر و مدبر
عظیم انسان


شاگرد کی کامیابی
استاذوں کا ادب
اچھے ساتھی
مدرسے کا اچھا ماحول
استاد کی مہر و محبت
ماں باپ کی ترغیب
طلباء کو تعلیم کی طرف مائل کرنے کے عوامل
طلباء کو تعلیم سے محروم کرنے کے عوامل
والدین کی عدم توجہی
استاد کا ناروا سلوک
ضروریات کی عدم دستیابی
بری صحبت
استاذ کی بے ادبی
شاگرد کی ناکامی

تیسرا باب

مار پِٹائی
تعلیم کی تباہی

حدود اللہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن پانچ بڑے جرائم پر حد (شرعی سزا) مقرر کی ہے۔ وہ ہیں قتل، زنا، قذف، چوری، شراب نوشی۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک سزا مقرر ہے اس پر سفارش منع ہے۔ اور جب جرم ثابت ہو جائے تو ان کو سزا دینے میں نرمی نہیں۔ اور جن جرائم پر حد مقرر نہیں کی ان پر تعزیز مقرر کیا ہے، ان پر بھی بہت شرائط مقرر کی ہیں فقہاء اسلام میں سے کسی نے بھی کسی طالب العلم کے سبق یاد نہ کرنے پر بیس ڈنڈے مارنے کی سزا مقرر نہیں کی نہ اسلامی مربیوں نے ایسی کوئی سزا تجویز کی۔ اب یہ جو بعض اساتذہ معمولی معمولی بات پر طلباء کو ایک سو ڈنڈیاں مارتے ہیں یہ اجازت ان کو کس نے دی ہے؟ مدرس پر لازم نہیں کہ لڑکا پڑھ ہی جائے، طلباء کا معاملہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے اور حقوق العباد کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے، اس لئے کہ بندہ کا حق توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔

جلالی بابا یا بلڈ پریشر کے مریض:

بلڈ پریشر کا مرض بھی بڑا خطرناک ہوتا ہے، اس مریض کو جب غصہ آتا ہے تو جب تک وہ اپنے من کی بھڑاس نہ نکالے اسے چین نہیں آتا، بد قسمتی سے ہمارے مدارس کے اکثر اساتذہ مرغن غذائیں بہت کھاتے ہیں، اور چلنا پھرنا بہت کم ہوتا ہے اس لئے ان میں سے اکثر بلڈ پریشر کے مریض بن جاتے ہیں، پھر جب ان کو گھر میں غصہ آتا ہے وہ باہر آکر نکالتے ہیں۔ یہ بچوں کے ساتھ بہت ظلم کرتے ہیں۔ ان کو جب کسی ایک بچے پر غصہ آتا ہے تو قہر عام کی طرح سب پر برستا ہے، ایک کے بجائے سب کی خبر لیتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن انہیں اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ یہاں بچوں کو مار مار کر بے حال کر دیتے ہیں کل جبار رب العالمین کے حضور ان کو حساب دینا ہوگا۔ ان اساتیذ نے یہ باور کرلیا ہے کہ لڑکے ہماری مِلک ہیں اس لئے مارنے میں دریغ نہیں کرتے۔ بعض اساتذہ طبعا تشدد پسند ہوتے ہیں، بچوں کو مارنے میں انہیں ایک قسم کی تسکین ملتی ہے۔ بعض اساتذہ خود ماریں کھا کھا کر پڑھے ہوتے ہیں، اب وہ بچوں کو مارنا اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔ بعض اساتذہ اپنی ذاتی الجھنوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ غصہ شاگردوں پر ٹھنڈا کرتے ہیں۔

مار کے منفی اثرات:

یہ ایک طبعی اور فطری بات ہے کہ جو استاذ شاگرد کو مارتا رہتا ہے تو شاگرد کے دل سے اس کی محبت اور عظمت نکل جاتی ہے۔ اگر چہ منہ سے تو کچھ نہیں کہتا مگر دل میں اس کو کوستا رہتا ہے اور اس کے دل کے نہاں خانے میں اس استاذ کے لئے نفرتیں جنم لیتی رہتی ہیں اور وہ اس کو ناپسند کرتا ہے اس سے بھاگتا ہے۔ استاذ اور شاگرد کے درمیان جو محبت اور عقیدت کا دلی رشتہ ہوتا ہے مار اسکو توڑ دیتی ہے۔ لاٹھی بدن پر لگتی ہے مگر احترامِ استاذ کو دل سے بھگا دیتی ہے۔

مارنے کو تو شوہر بیوی کو مارتا ہے، باپ بیٹے کو مارتا ہے، مگر انکا آپس میں ایک اٹوٹ رشتۂ محبت ہوتا ہے، شوہر کو بیوی سے محبت ہوتی ہے، باپ کو بیٹے سے شفقت ہوتی ہے یہ اسباب انکو ظالمانہ تشدد سے روک لیتے ہیں، لیکن بعض مدرسین کو نہ تو کوئی اندیشہ ہے اور نہ کوئی محبت وشفقت۔ وہ بیچارے وطن سے دور مسافر طلباء ان حضرات کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں، پھر انکو جیسے آتا ہے وہ طلباء پر ظالمانہ تشدد کرتے۔ مجھے تو اب بھی رونا آجاتا ہے جب میں اس جائر استاد کا تصور کرتا ہوں جس نے میرے بھتیجے کو صرف کلاس میں کچھ دیر سے پہنچنے پر بالوں سے پکڑ کر کلاس میں گھسیٹ گھسیٹ کر مارا تھا، اور اس کے بال نوچ ڈالے تھے۔ ہمیں باوثوق ذرائع سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اسی ظالم استاذ نے تین اور طلباء کو بھی ایسا مارا ہے کہ وہ اب دینی تعلیم حاصل کرنا ہی چھوڑ کر گھر واپس آگئے ہیں۔ کیا یہی دین کی خدمت ہے؟

دوسروں سے سزا دلوانا :

سزا دینے کا ایک انتہائی غلط طریقہ جو ہمارے دینی اداروں میں رواج پا چکا ہے وہ ہے دوسرے لڑکوں سے سزا دلانا۔ یہ تو بہت ہی برا طریقہ ہے۔ اس سے ان کی آپس میں عداوت ہو جاتی ہے۔ وہ مارنے میں بے انتہا شدت کرتے ہیں، جو سراسر غلط ہے۔

طلباء کی تحقیر اور تذلیل کرنا:

طالب العلم وہ گروہ ہے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے معلّمین کو وصیت فرمائی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اب انکو بات بات پر مارنا یا بے عزت کرنا ہم عمر اور ہم سبق دوستوں کے آگے بار بار اس کی تذلیل اور تحقیر کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے یہ برا سلوک اسکے شرم وحیاء کو مخدوش کردیتا ہے۔ اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتا ہے یہ اس کی ناکامی کا سبب بنتا ہے اور مدرسے سے بھاگنے کا سبب بنتا ہے۔ اب وہ کہیں کا نہیں رہتا نہ گھر کا نہ مدرسے کا ۔نہ معاشرے میں کوئی وقار بنا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کرنا اسے نفسیاتی مریض بنادیتا ہے۔

جسمانی اذیت:

کسی ایذا دینے والی چیز کو کسی کے جسم پر زور سے مارنے سے اسکی چمڑی کے ذریعے وہ اذیت اسکے پورے جسم پر پھیلتی ہے اور اسکے اثرات خون کے ذریعے اس کے ذہن و دماغ تک پہنچتے ہیں تو جسمانی اذیت کے ساتھ ساتھ ذہنی کوفت بھی ہوتی ہے تو اسی وجہ سے وہ حسی اور معنوی تکلیف سے دوچار ہوجاتا ہے۔ ایک قابل استاذ کی یہ خوبی ہے کہ وہ ترغیب کا راستہ اپناتا ہے اور وہ معلم جو طلباء کے ساتھ مار پٹائی والا رویہ رکھتا ہے ان کے عزت انسانیت کا پاس نہیں رکھتا انکو بات بات پر ذلیل و رُسوا کرتا ہے ان کو جسمانی اذیت، ذہنی کوفت، روحانی قلق اور قلبی صدمے سے دوچار کرتا ہے وہ کس طرح لائق اور قابل استاذ مانا جائے گا؟

جو استاذ شاگردوں کی نفسیات نہیں سمجھتا ان کی شخصیات نہیں پہچانتا انکے ساتھ وحشیانہ سلوک اختیار کرتا ہے شاگردوں کو مدرسے سے بھگاتا ہے ان کو حسی اور معنوی کرب سے دوچار کرتا ہے وہ تو استاذ بننے کے قابل نہیں۔

حرمتِ انسانیت کی پامالی:

ہر انسان کے کچھ بنیادی حقوق ہوتے ہیں جو کسی کا اس پر احسان نہیں ہوتا بلکہ وہ آدمی ہونے کے ناتے ہر بشر کے بنیادی حق ہیں جو ان کے مالک و خالق نے مقرر فرمائے ہیں۔

ان میں سے بنیادی حقوق یہ ہیں: زندگی، آزادی، ملکیت، امن، مساوات، عزت، قانون کے سامنے برابری، سلامتیِ اعتقاد، دین، جان، مال، حقِ تعلیم وغیرہ دنیا کا ہر مہذب معاشرہ عموما اور اسلام خصوصا ہر انسان کی حرمت اور عزت کی تعلیم دیتا ہے،

رب العالمین نے فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ [الإسراء: ٧٠]

اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت والا بنایا ہے۔

آدمیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جس سے ان کی حرمتِ آدمیت مجروح ہوتی ہو، یہ شرعا قانونا اور اخلاقا درست نہیں۔

اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے سماج میں کھلے بندوں حرمتِ انسانیت کی پامالی ہو رہی ہے اور وہ بھی اس مقدس طبقے کے ہاتھوں جو حرمتِ انسانی کے پاسبان ہیں:

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے،

والا معاملہ ہے۔ اس کی کچھ مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

انسانیت سوز سزائیں:

بعض اساتذہ ایسی انسانیت سوز سزائیں دیتے ہیں جن سے ایک طرف انکی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے، دوسری طرف وہ شاگرد کئی جسمانی بیماریوں میں متبلا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی اتنی ذلت اور رُسوائی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہم عمر دوستوں میں گردن اٹھانے کہ قابل نہیں رہتا۔ اس کا ذہن پستی میں چلا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو کہیں کا نہیں سمجھتا۔ اس طرح کی اذیتیں دینے سے شریعت پاک نے منع کیا ہے اور جو اس طرح کی دوسروں کو اذیتیں دیتا ہے آخرت میں اسکو ویسی ہی اذیتوں سے دو چار کیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ہے ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہشام بن حکیم بن حزام شام ملک میں نبطیون کی ایک جماعت سے گذرے جو دھوپ میں کھڑے تھے۔ سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ جزیہ نہ دینے کی وجہ سے قید کئے گئے ہیں (بطور سزا ان کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے) تو ہشام نے کہا لوگو سنو میں گواہی دیتا ہوں میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے

إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا (صحیح مسلم)

بیشک اللہ ان کو عذاب دیگا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

لفظوں کی مار:

طلباء کو پڑھائی سے متنفر کردینے والے اسباب میں سے اہم سبب اہانات لفظی بھی ہے۔ یعنی ایسے الفاظ بولنا جو عزتِ نفس اور حرمتِ انسانی کے خلاف ہوں۔ یا اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہوں۔ مثلاً یوں کہنا کہ تو پڑھ نہیں سکتا ! تو بھی پڑھا ! تو پڑھا تو ہم استادی چھوڑ دیں گے تو کیسے پڑھ سکتا ہے! اللہ تجھے خیر نہ دکھائے ! وغیرہ

یا طلباء کو برے ناموں اور برے القاب سے پکارنا۔ کسی استاذ کو زیب نہیں دیتا کہ طالب العلم کو برے القابات سے پکارے یا کسی جانور کے نام سے پکارے، کیونکہ شاگرد کا معاملہ غصہ اور غیض وغضب کا نہیں وہ تو پیار محبت اور اپنائیت کا معاملہ ہوتا ہے، اس پر لعنت کرنا، اس کے والدین کے لئے برے الفاظ بولنا، گالی دینا، گھٹیا لفظ بولنا جیسے

احمق، کذاب، دجال، خبیث، حقیر، رذیل، ذلیل، کمینے، نجس، خسیس، کتا، گدہا، بھیڑیا، اوحیوان، ارے بندر، اوجانور، اوغبی، اوبداعمال وغیرہ۔

اگر استاذ شاگرد کو ان الفاظ سے پکار بیٹھا ہے تو اسے اللہ کے حضور بخشش اور استغفار کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ اذیت دینے والے الفاظ ہیں اور ایسے الفاظ نہ بولنے کا عزم کرنا چاہیے۔ کیونکہ عالم کو ایسے الفاظ بولنا زیب نہیں دیتا۔

نفسیاتی مار :

١. جسمانی طور پر ایذاء رسانی کرنا۔

٢. نفسیاتی اذیت دینا۔

٣. کلاس سے باہر نکال دینا۔

٤. نمبر کم دینا۔

٥. محض تعصب کی بناپر ناپاس کردینا۔

٦. اسکے ساتھیوں کے سامنے اسے برے الفاظ بولنا۔

٧. اسکے ساتھ استہزاء والے الفاظ بولنا۔

٨. اسکی تذلیل اور اہانت کرنا۔

٩. ایک شاگرد کی غلطی کے سبب سب کو برا کہنا۔

قلق و اضطراب:

جب روزانہ اسکی مار پٹائی ہوتی رہے تو وہ اپنے کو اپنے کو تنہا محسوس کرتا ہے اس کی دل کا قرار جاتا رہتا ہے، اس کا باطن مدرسے سے اچاٹ ہو جاتا ہے وہ اپنے کو محروم سمجھنے لگتا ہے وہ قلق اور اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔

اگر اسے بار بار سزا دی جائے اور سزا بھی اذیت دہ ہو اور وہ بھی اسکے ہم عمروں کے سامنے ہو تو وہ اپنے خارج میں سب کو اعداء سمجھتا ہے اور اپنے باطن میں خود کو محروم و تنہا پاتا ہے، یہ بات اس کے ذہن کو انتشار کا شکار کر دیتی ہے اور اسکی اعصابی حالت کمزور پڑ جاتی

ہے وہ اضطراب شخصی کا شکار ہو جاتا ہے اور ان حالات میں وہ پڑھنے کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتا نتیجتا وہ تعلیم سے باغی ہو جاتا ہے اور جب وہ دل سے بیزار ہو جائے تو وہ جلدی شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے جس کا کام ہی طلباءِ کو مدرسے بھگانا ہے۔

ایک ڈنڈا محرومي کا سبب بن گیا:

بعض لوگوں نے یہ باور کر لیا ہے کہ مارنے سے ہی طالب پڑھ سکتا ہے، ہم کہتے ہیں لاٹھی میں ایسا کونسا جادو ہے جو مردہ کو زندہ کردے گا، یا غبی کو ذہین بنا دیگا؟ ہاں اس کا الٹا اثر تو پڑ سکتا ہے۔ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ کبھی صرف ایک ڈنڈا کسی کے علم سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے بعض طلباء مار پٹائی کے سبب ایسے باغی بن گئے کہ انہوں نے تعلیم ہی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مجھے ایک شخص نے اپنا ذاتی واقعہ سنایا کہ، " میں بڑے شوق سے ایک دینی مدرسے میں پڑھنے گیا، جب استاذ صاحب آیا تو بلا وجہ مجھے بڑے زور سے ڈنڈا مارا، پھر مجھے ایسی نفرت ہوئی کہ میں نے دل میں عہد کر لیا کہ اب نہیں پڑھوں گا، اور میں مدرسہ چھوڑ کر کاروبار میں لگ گیا، اس کا مجھے اب بھی افسوس ہے۔

رئیت رجالا یضربون طلابهم * فشلت یمیني حین اضرب متعلما

والمتعلم شمس والناس کواکب * اذا طلع لم یبق منهم کوکبا

سري سقطي کا قصه:

محمد نے کہا ہمیں خبر پہنچی ہے کہ سری بن المغلس کسی استاذ کے پاس پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا تو کہا استاذ صاحب یہ "وردا" کیا ہے؟ کہا مجھے پتہ نہیں۔ جب پڑھا لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا تو پوچھا استاذ صاحب یہ "عہدا" کیا ہے؟ تو کہا مجھے پتہ نہیں تو سری نے پڑھنا بند کر دیا اور کہا اگر تو جانتا نہیں تو پڑھاتا کیوں ہے؟ اس پر استاذ نے اس کی خوب پٹائی کی سری نے فرمایا اے استاذ محترم! کیا جہالت آپ کو کافی نہیں تھی جو اس پر ظلم اور ایذاء کا

بوجھ بھی اپنے اوپر بڑھا رہے ہو؟ تو اس پر وہ استاذ بہت نادم ہوا اور تائب ہوا اور پھر خود طلبِ علم میں مشغول ہو گیا۔ پھر کہتا تھا کہ ہمیں جہل کی غلامی سے سری نے آزاد کرایا ہے۔

(انباء نجباء الانباء ص ۱۹۲)

مارنے کی کوئی معقول وجہ بھی تو ہو:

شیخ احمد بن دلیل بیان کرتے ہیں کہ میں ایک استاذ پر گذرا جو شاگرد کو ڈنڈے مار رہا تھا اور غصے سے گرج کر کہہ رہا تھا خدا کی قسم تجھے نہیں چھوڑوں گا بتا سمندر کس نے کھودا تھا؟

میں نے کہا اللہ کے بندے میں اس شاگرد کا دادا ہوں اللہ کی قسم مجھے بھی پتا نہیں کہ سمندر کس نے کھودا تھا؟ اب تُو بتا سمندر کس نے کھودا تھا تا کہ شاگرد اور اس کے دادا دونوں کو پتہ چل جائے۔ تو کہنے لگا سمندر حضرت آدم کے بھائی کردم نے کھودا تھا۔

میں نے کہا خدا تیرا بھلا کرے بتا کیا آدم علیہ السلام کا بھی کوئی بھائی تھا؟

ظالمانہ مار؛

بعض اساتیذ بچوں کو بڑی بیدردی سے مارتے ہیں یہ ظلم ہے اس سے منع کیا گیا ہے حضرت عمار بن یاسرؓ روایت کرتے ہیں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَضْرِبُ عَبْدًا لَهُ إِلاَّ أُقِيدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(مسند البزار ج ۴ ص ۲۲۶ . رواه ابو نعيم في الحلية ج ۴ ص ۳۷۸ عبد الرزاق ابن ابي شيبه)

جس نے اپنے غلام کو مارا قیامت والے دن اس سے بدلہ لیا جائیگا۔

سیدنا ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اعظم ﷺ نے فرمایا

من ضرب سوطا ظلما أقتص منه يوم القيامة.

(رواه البزار في مسنده: ج ۱۶ ص ۲۶۰ . والبخاري في ادب المفرد والطبراني في الاوسط والهيثمي في مجمع الزوائد وروي البيهقي في السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ۸ ص ۴۵ ولفظه

جس نے لاٹھی کے ساتھ کسی کو ناحق مارا تو قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائیگا۔

سیدنا سعید بن جبیرؓ کا فرمان:

آپ نے فرمایا:

مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوكًا لَهُ ظُلْمًا أُقِيدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جس نے اپنے غلام کو ظلم کے ساتھ مارا تو قیامت کے دن ان سے بدلہ لیا جائیگا۔

تو میں نے ان سے کہا کہ اے ابو عبداللہ آدمی اپنے بیٹے یا بھائی کو اسے سیدھا کرنے کہ لئے مارتا ہے تو ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ الْمُفْسِدُ مِنَ الْمُصْلِحِ.

اللہ تبارک وتعالیٰ پر مفسد اور مصلح مخفی نہیں۔

(البر والصلة لحسين بن الحسن بن حرب أبو عبد الله المروزي [متوفى : ٢٤٦] ج ا ص ٩٤)

ایک لاٹھی جو شاگرد کے موت کا سبب بنی

شیخ ابن عرفہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایک معلم نے شاگرد کو سبق یاد نہ کرنے پر پاؤں پر لاٹھی ماری تو اس کا پاؤں سُوج گیا اس میں پھوڑا ہوا جس کے پھٹنے سے ناسور پیدا ہوا اور وہی اس کے موت کا سبب بنا۔ (جامع جوامع الاختصار... ص ۵۵۰)

تأدیب کے طریقے:

لازمی نہیں کہ شاگرد کو ڈنڈے سے مارا جائے سزا کے طریقے اور بھی ہیں جو اس کے لئے ڈنڈے کی مار سے زیادہ سنوارنے والے ہیں جس سے نہ صرف وہ شرمندہ ہو سکتا ہے بلکہ آئندہ کے لئے غفلت سے تائب بھی ہو سکتا ہے۔ ان میں سے کچھ سزا کے طریقے ملاحظہ کریں۔

- جب کوئی چیز تقسیم کی جائے تو اس سے اس کو محروم کیا جائے۔
- مدرسے سے ملنے والی مراعات کو اس پر بند کیا جائے۔
- چھٹی کے بعد اس کی کچھ دیر کے لئے رخصت بند کی جائے۔
- اس کو دھمکایا جائے کہ تجھے سزا دی جائیگی۔
- اس سے تعاون کیا جائے۔

ایک عمانی ماہر کی تحقیق:

ڈاکٹر محمد عمان کی دارالسلطنت کے ماہر تعلیمات ہیں انہوں نے ۴۰۰ چار سو طلبہ اور طالبات سے انٹرویو کیے کہ طلباء پر اساتذہ کی مار پٹائی پر ان کے تاثرات کیا ہیں؟ ان پر پڑنے والے اثرات کیا ہیں طلباء کیا چاہتے ہیں اور کس ڈھنگ کی پڑھائی ان کے لئے پسندیدہ۔ ہے؟

ڈاکٹر محمد صاحب لکھتے ہیں کہ مدارس کے طلباء جس بات سے قلق واضطراب کا شکار ہوتے ہیں وہ استاذ کا تشدد اور سختی ہوتی ہے۔

%۹٦ طلباء کا کہنا تھا کہ جب استاذ کہ منہ سے غیر اخلاقی اور گالی جیسے الفاظ نکلتے ہیں تو وہ ان پر بجلی بنکر گرتے ہیں ان کی تحقیر اور اہانت ہوتی ہے اور معلم کی شخصیت ان کے نظروں میں نا پسندیدہ ہو جاتی ہے۔

% ۱۰۰ طلباءِ کا کہنا تھا کہ استاذ جب شاگرد سے مذاق کرتا ہے یا استہزاء کرتا ہے تو وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔

%۱۰۰ طلباء اس بات پر متفق تھے کہ ڈنڈی سے مارنا ان کی تعلیم سے محرومی کا سبب ہو سکتا ہے۔ وہ کسی بھی صورت میں پڑھائی میں مار پیٹ کے شدید مخالف تھے۔

(رسالة المعلم صفر ۱۳۹۹ ص ١٦ . تعليم بلا عقاب . باب الثواب والعقاب في التربية تأليف دكتور محمود اسماعيل عمار دار عالم الكتب ص ٣٦٦)

اردن کے ماہر تعلیمات کی رپورٹ:

شیخ ابراہیم عمار جو اردن میں تعلیمات کے ماہر ہیں کہتے ہیں کہ : مار پٹائی کی وجہ سے طلباء کے دو سو نقصانات ہوتے ہیں۔ پھر انہوں نے وہ دو سو نقصانات گن کر بتائے ہیں، کہ مار پٹائی کی وجہ سے طلباء کی تعلیم کس طرح تباہ ہوتی ہے؟ پٹائی کی وجہ سے جسمانی، روحانی اور نفسیاتی طور پر کتنے بھیانک اثرات نکلتے ہیں۔

سعودیہ عربیہ کے مدارس کا قانون

سعودی حکومت کے جاری کردہ حکم نمبر:

٣٢٤٦ ۔ ٢١ في ٩ / ١٠ / ١٣٨٤ کے مطابق:

عقاب التلميذ البدني ممنوع ولو برضي ولي الامر كما لايجوز توبيخ التمليذ علي مسمع من اخوانه حيث لايتمشي ذلك مع اصول التربية الحديثة

(النظام الداخلي للمدرسة الابتدائية ص ٣ تعليم بلا عقاب ص ٣١٨)

شاگرد کو جسمانی سزا دینا منع ہے چاہے اسکے وارث کی رضا شامل بھی ہو اسی طرح محض اس کے ساتھیوں کے کہنے پر اسکو زجر و توبیخ کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ جدید تربیتی اصولوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

وحشیانہ سزا :

ایسی وحشیانہ سزائیں جن کو برداشت کرنا مشکل ہو، جیسے دھوپ میں کھڑا کر کے تیل چھوڑنا، ڈنڈوں کے ساتھ بے درد ہو کر مارنا نہایت گناہ ہے۔

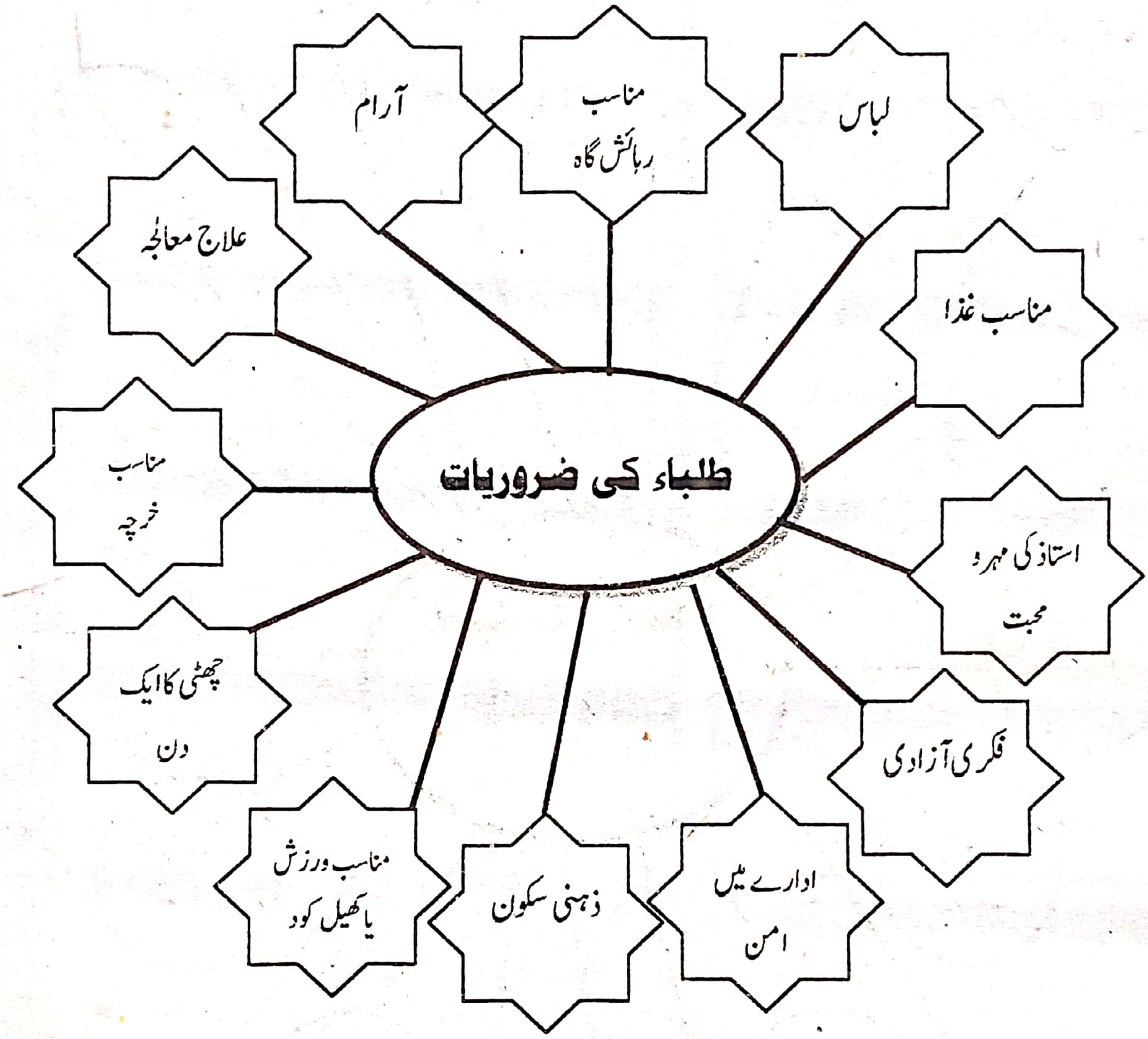
اگر کوئی نہ پڑھے تو تم اس کی حالت لکھ کر مہتمم صاحب کو دے دو، وہ اگر مصلحت سمجھیں گے ان کے ماں باپ سے اطلاع کر کے خارج کر دیں گے ماں باپ کا کام اپنے ذمہ کیوں لیتے ہو۔ ان کو اگر پڑھانا ہو گا اس کا مزاج آپ درست کر دیں گے۔ دیکھو انگریزی مدارس میں مارنے کا بالکل قاعدہ نہیں ہے۔ دنیادار تو حقیقت کو سمجھے اور دین دار طبقہ نہ سمجھے۔

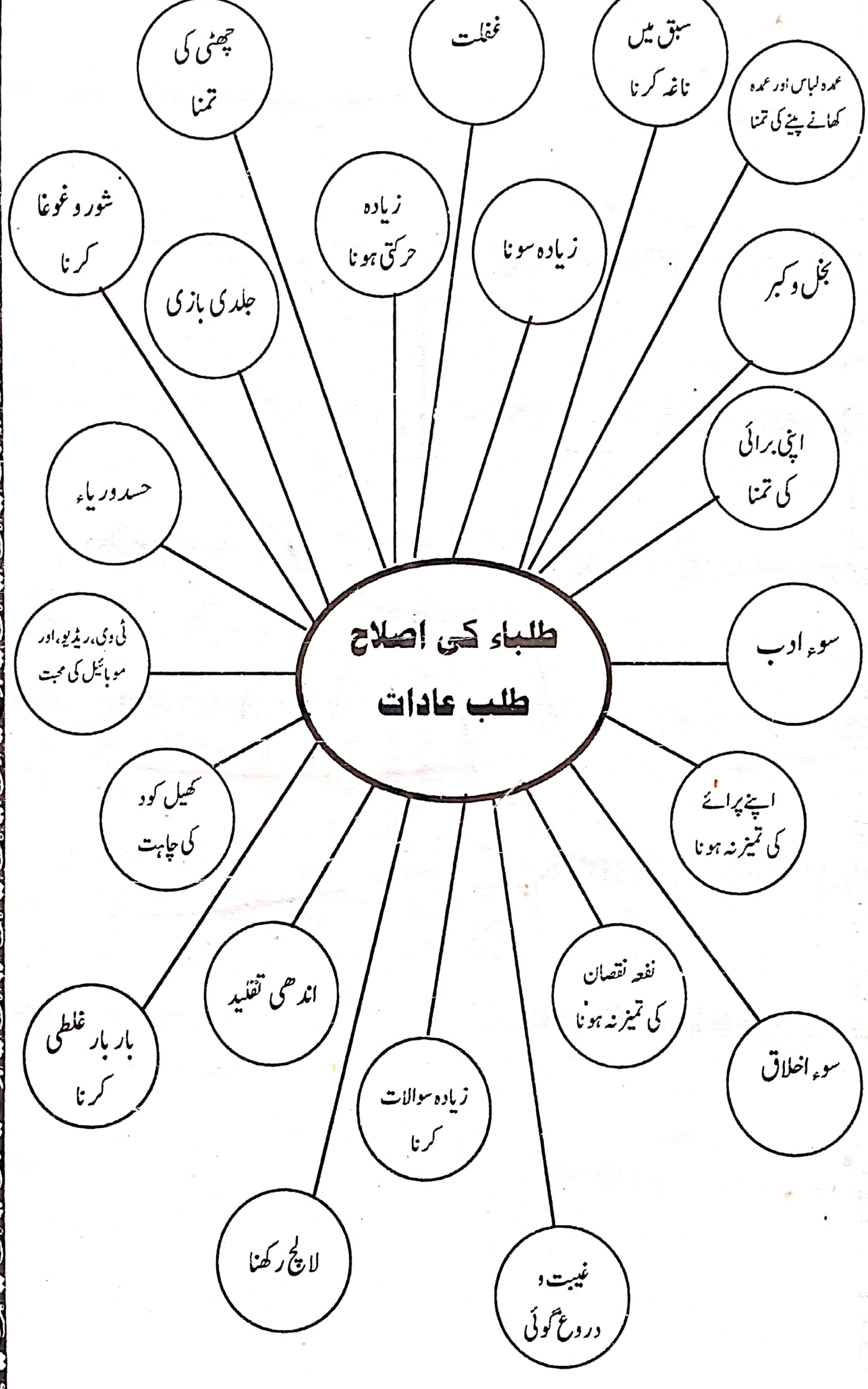
زیادہ مارنا تعلیم کے لئے بھی مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے۔

١۔ ایک تو یہ کہ بچے کے قوی کمزور ہو جاتے ہیں۔

٢۔ دوسرا یہ کہ ڈر کے مارے سارا پڑھا لکھا بھول جاتا ہے۔

٣۔ تیسرا جب بچہ پٹتے پٹتے عادی ہو جاتا ہے تو بے حیا بن جاتا ہے۔ پھر پٹنے سے اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس وقت یہ مرض لاعلاج ہو جاتا ہے اور ساری عمر کے لئے ایک بری عادت یعنی بے حیائی اس کی طبیعت میں داخل ہو جاتی ہے۔


طلباء کی ضروریات
آرام
مناسب
رہائش گاہ
لباس
علاج معالجہ
مناسب غذا
مناسب
خرچہ
استاذ کی مہر و
محبت
چھٹی کا ایک
دن
فکری آزادی
مناسب ورزش
یا کھیل کود
ذہنی سکون
ادارے میں
امن


طلباء کی اصلاح
طلب عادات
چھٹی کی تمنا
غفلت
سبق میں ناغہ کرنا
عمدہ لباس اور عمدہ کھانے پینے کی تمنا
شور و غوغا کرنا
زیادہ حرکتی ہونا
زیادہ سونا
بخل و کبر
جلدی بازی
اپنی برائی کی تمنا
حسد و ریاء
ٹی وی، ریڈیو، اور موبائیل کی محبت
سوء ادب
کھیل کود کی چاہت
اپنے پرائے کی تمیز نہ ہونا
اندھی تقلید
نفع نقصان کی تمیز نہ ہونا
بار بار غلطی کرنا
سوء اخلاق
زیادہ سوالات کرنا
لالچ رکھنا
غیبت و دروغ گوئی

پانچواں باب

پٹائی کی شرائط

(طلباء کو سزا دینے کی شرائط)

آخري علاج:

ہم ذاتی طور پر طلباء کی مار پٹائی کے بلکل حامی نہیں ہیں، جیسے ہم گزشتہ ابواب میں بیان کر چکے، چونکہ بعض علماء بشرائطِ کثیرہ اس کے حامی رہے ہیں، اس لئے ہم ان کے اقوال اور ادلہ بیان کیے دیتے ہیں اور انہوں نے جو شرائط بیان کی ہیں ان کا بھی مختصر بیان کیے دیتے ہیں۔

جب پیار و محبت کی سب تدبیریں کارگر نہ ہوں تو اب شاگرد کو ادب سکھانے کے لئے صرف تین ڈنڈیاں مارنے کی شرعا اجازت ہے، لیکن وہ بھی کافی شرائط کے بعد۔

مار پٹائي کي مشروعيت:

مسند احمد میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ . وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَأَخِفْهُمْ فِي اللهِ. (مسند أحمد ج ۵ ص ۲۳۸)

اور اپنی بساط کے مطابق اپنے عیال پر خرچ کر اور ان پر سے ادب سکھانے کی ڈنڈی مت ہٹا اور ان کو اللہ سے ڈراتا رہ۔

اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَرْفَعِ الْعَصَا مِنْ أَهْلِكَ وَأَخِفْهُمْ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

(المعجم الكبير للطبراني ج ۱۱ ص ۹۲ . والمعجم الأوسط ج ۲ ص ۲۴۴ .

والمعجم الصغير ۲۶۰ (۱/ ۸۷)

اپنے گھر والوں سے (ادب سکھانے کی) ڈنڈی مت ہٹا اور ان کو اللہ سے ڈراتا رہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عَلِّقُوا السَّوْطَ حَيْثُ يَرَاهُ أَهْلُ الْبَيْتِ.

(المعجم الکبیر للطبراني ج ۹ ص ۱۵۲، مصنف عبد الرزاق ج ۹ ص ۴۴۷، والبخاري ادب المفرد)

لاٹھی کو ایسی جگہ لٹکادو جہاں سے گھر والے اسے دیکھتے رہیں۔

نفسیاتي علاج قربان جائیں سرور عالم ﷺ کے اسلوبِ تربیت سکھانے پر۔ آپ فرماتے ہیں لاٹھی کو لٹکادو تاکہ گھر والے بچے بچیاں اسے دیکھتے رہیں ان پر ہیبت ہوگی، دراصل یہ ایک نفسیاتی علاج ہے جو زبانِ نبوت سے سکھایا جارہا ہے۔ ڈنڈی کو دیکھنا بھی کافی ہے وہ اس کے استعمال سے مستغنی کردیگا۔

عن نافع قال: کان ابن عمر یضرب ولده علی اللحن

(الأدب المفرد ج ۱ ص ۳۰۴، العیال لابن ابي الدنیا)

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹوں کو اچھی آواز پر مارتے تھے۔

ان ہی سے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ:

عن نافع، أن: ابن عمر، کان إذا وجد أحدا من أهله وولده یلعب بالنرد أو الأربعة عشر کسرها وضربهم وأقامهم

(تحریم النرد والشطرنج للآجري ج ۱ ص ۴۴)

نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر والوں یا اولاد میں سے کسی کو شطرنج یا چودہن کا کھیل کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس (کھیل والے اوزار) کو توڑ دیتے تھے اور ان کو مار کر اٹھا دیتے تھے۔

محمد بن زبیر حنظلی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے بیٹے کو دیکھا جس نے دیوار پر "بسم اللہ" لکھی تو آپ نے اس کو مارا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶)

اسماعیل بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ:

عما یجوز فیه ضرب الولد قال الولد یضرب علي الادب

(آداب الشرعیة ج ۱ ص ۴۵۱)

اولاد کو کس بات پر مارنا جائز ہے؟ فرمایا ادب سکھانے کے لئے۔

کسی عربی شاعر نے اس پر کہا ہے کہ:

لا تأسفن علي الصبيان ان ضربوا * فالضرب يبرا ويبقي العلم والادب
الضَّرب ينفعهم والعلم يرفعُهم * لولا الاِخافه ما خَطُّوا وما كتبوا

(جامع جوامع الاختصار والتبيان ص ۱۳۱)

لا تضربن بسيف صارم حجرا * ولا تؤدبن من قد فاته الادب
علِّم بنيك صغارا قبل كبرتهم * فليس ينفع بعد الكبرة الادب
ان الغُصُون اذا قومتها اعتلت * ولن تلين اذا قومتها الخشبُ

اصلاح و تربیت کے لئے سختی کی ضرورت:

بعض اساتذہ کے بقول کچھ طلبہ ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر سختی کے ان کی اصلاح نہیں ہوتی، تو ان پر مناسب سختی کرنا چاہیے، لیکن سختی کے ساتھ ساتھ نرمی بھی ضروری ہے۔ کسی ماہر کا قول ہے کہ:

عاقب الاطفال باحدي يديك وداعبهم بكلتيهما (التربية عبر التاريخ ص ۳۱)

بچوں پر ایک ہاتھ سے سختی کرو تو دونوں ہاتھوں سے انکو پیار دو۔

جتنا آٹے میں نمک:

الضرب للتاديب كالملح للطعام

ادب کے لئے مارنا اتنا ہونا چاہیے جتنا کھانے میں نمک یعنی تھوڑا کافی ہے زیادہ بگاڑ دیگا۔

پٹائی کے شرائط

جہاں شریعت پاک نے پٹائی کی اجازت دی ہے وہاں اس کے لئے بہت ساری شرائط بھی مقرر کی ہیں۔ استاذ جب سمجھانے کا ہر طریقہ آزمالے ، اس کو پیار محبت سے سمجھائے جب ہر تدبیر آزمانے کے بعد بھی وہ نہیں سمجھتا تو اس کو مارے لیکن اس کی شرائط ہیں۔

۱. ایک دن میں ستر بار معافی دے۔

۲. جب استاذ غصے کے عالم میں ہو تو ہرگز نہ مارے۔

۳. مارنے میں جلد بازی نہ کرے۔

۴. اس کو اس کے جرم کے مطابق مارے کیونکہ سعید بن المسیب فرماتے ہیں ان الادب علي قدر الذنب (آداب المعلمین ص ۲۱۰)

۵. مارنا انتقاما نہ ہو نہ کسی ذاتی یا قومی عصبیت کی وجہ سے ہو بلکہ اصلاح کے لئے ہو۔

۶. حساس اعضاء پر نہ مارے مثلا : چہرہ، ہڈیاں، پنڈلیوں کی ہڈیاں، کلائیوں کی ہڈیاں، سینہ، پیٹ، بلکہ ہتھیلیوں یا پیروں کی تلیوں پر مارے۔

۷. ضرب مبرح نہ ہو۔

الضرب المبرح: هو ما يسيل منه الدم ويزرق له الجلد او يشق ويتورم اللحم

ضرب مبرح یہ ہے کہ جس چوٹ سے خون بہے یا چمڑی کا رنگ بدل جائے، یا چمڑی پھٹ جائے، یا گوشت سوج جائے، تو ایسے قسم کی چوٹ کو ضرب مبرح کہتے ہیں، جس سے منع ہے

۸. اس مار کی تشہیر نہ کرے۔

۹. تین سے زیادہ نہ مارے۔

۱۰. ایک ہی جگہ پر نہ مارے۔

۱۱. دس سال سے کم عمر بچوں کو ہرگز نہ مارنا چاہیے کیونکہ انکو مارنے کے بہت برے اثرات ان کے اجسام پر پڑتے ہیں کیونکہ وہ ابھی نشو نما کے مراحل میں ہوتے ہیں۔

۱۲. مناسب وقت پر مارے، یوں نہیں کہ روز بروز مارتا رہے۔

۱۳. دو ضربوں کے درمیان وقفہ ہو تاکہ پہلی ضرب کا مقصد پورا ہو جائے۔

۱۴. اتنے ہاتھ اوپر اٹھا کر نہ مارے کہ بغل ظاہر ہوں۔

۱۵. لوہے کی چیز سے نہ مارے۔

۱۶. خشک لاٹھی سے نہ مارے، بلکہ لاٹھی نرم ہو اور لمبائی میں طویل نہ ہو۔

۱۰ جتنا ہو سکے مار پٹائی کرنے سے بچو:

اساتذہ طلباء کو مارنے سے پہلے اخلاق، شفقت اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کریں۔ غصہ کرکے، جھڑک کر مناسب سخت لہجہ میں طلباء کو ڈانٹ ڈپٹ کریں۔ اپنے قدرتی رعب سے طلباء کو آنکھ کے اشارے سے غصہ دکھا کر ان سے کام لینے کی کوشش کریں۔

کیونکہ اصل میں مار پٹائی یا سختی مقصود بالذات نہیں مقصود اصلاح ہے۔ جب اصلاح نرمی سے ہو سکتا ہے اور بطور احسن ہو سکتا ہے اور طریقۂ سنت بھی یہی ہے تو اس آسان طریقے کو چھوڑ کر سختی کی راہ اپنانا کہاں کی دانشمندی ہے۔ کسی کو شرعی اجازت سے بڑھکر ناحق ستانا اور مارنا بڑا گناہ ہے۔ اس کا اس سے قیامت میں بدلہ لیا جائے گا۔

مار کے منافع سے مضرت زیادہ ہے:

سزا میں والدین کی اجازت ضروری ہے، سزا میں مدرسے کے مہتمم کی اجازت بھی ضروری ہے۔ اس میں مدرسین کو بہت ڈرنا چاہیے۔ طلباء کو سوچ سمجھ کر سزا دینا چاہیے۔ ناپ تول کر سزا دینا چاہیے۔ غلط اور زیادہ سزا شرعاً ناجائز ہے۔ زیادہ مارنا، غلط جگہ پر مارنا، غلط طریقے سے مارنا، بے وقت اور ہر وقت مارنا، بہر حال اور بہر صورت منع ہے۔ طالب علم کی طبیعت اور مزاج کو سمجھے بغیر سزا دینا درست نہیں۔ اسکا مزاج سمجھنے کے بعد اس کی برداشت کے مطابق اس کو کم سے کم سزا دیں۔ طالب علم کو انسان سمجھ کر سزا دیں۔ جانور اور حیوان سمجھ کر سزا نہ دیں۔ سزا کے بعد شفقت بھی کریں تاکہ اس کی نفرت ختم ہو جائے۔ منہ، آنکھ، کان، رخسار، شرمگاہ پیٹ اور دوسرے نازک اعضاء پر کوئی سزا نہ دیں۔ بازو کو مروڑ کر کسی کو سزا نہ دیں۔

اساتذہ مارنے کی عادت نہ بنائیں یعنی اساتذہ طلباء کو دینی اور تعلیمی ضرورت سمجھ کر سزا دیں۔ لیکن عادت کے طور پر کسی کو سزا نہ دیں۔ اساتذہ پینسل یا چھڑی وغیرہ کو طالب علم کی انگلی وغیرہ پر دبا کر سزا نہ دیں۔ نفیس، نازک اور زیادہ چھوٹے طلبہ کو سزا دینے سے پرہیز کریں۔ طلبہ کو بیماری کی حالت میں سزا بالکل نہ دیں۔ طلبہ کو کسی دوسرے طالب علم وغیرہ سے سزا نہ دلوائیں۔ طلبہ کو ذاتی غصہ کی وجہ سے سزا نہ دیں۔ کسی بھی طالب علم کو کسی بھی چھٹی ہونے کے قریب کوئی سزا نہ دیں۔ طلباء کو ان کی طبیعت اور برداشت کے مطابق زیادہ تر کھڑا کرنے کی سزا دینے کی کوشش فرمائیں۔

ہم پھر بھی سمجھتے ہیں کہ مار پٹائی کے نقصانات زیادہ ہیں۔ اگر اس میں ایک فائدہ ہے تو ہزاروں نقصانات۔ رب العالمین جل جلالہ نے فرمایا:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا [البقرة: ۲۱۹]

(اے حبیب) آپ سے شراب اور جوے کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے کچھ (دنوی) نفع بھی ہیں، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے۔

بلا تشبیہ طلباء کو مارنے والوں نے اس کے کچھ منافع دیکھے ہونگے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے مضرات اور مفاسد اس کے منافع سے کہیں زیادہ ہیں۔

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں:

أن الشدة على المتعلمين مضرة بهم (مقدمة ابن خلدون ج ۱ ص ۳۴۷)

بلاشک طلباء پر سختی کرنا ان کے لئے نقصاندہ ہے۔

۲۔ ستر بار دن میں معافی دو:

شاگرد ہو یا غلام اگر بار بار غلطیاں کر رہا ہے تو جلد بازی میں ڈنڈا لیکر مارنا شروع نہ کر دو مگر اسے دن میں ستر بار معاف کرو اسے سنبھلنے کا موقع دو اگر پھر بھی باز نہیں آتا تو اسے سزا دو

مگر وہ بھی تین ڈنڈیوں سے زیادہ نہ ہو۔ سنن ابوداؤد، ترمذی اور احمد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا عرض کی میرا خادم برائی کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔ کیا میں اسے مار سکتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً (سنن أبي داود، سنن الترمذي)

اسکو دن میں ستر مرتبہ معاف کیا کر۔

۳. تین سے تجاوز نہیں کرو:

حدثنا رباح عن ثابت عن عبدالرحمن بن زیاد ابي عبدالرحمن الحبلي قال بلغني ان رسول الله ﷺ قال: ادب الصبي ثلاث درر فما زاد عليه قوصص به يوم القيامه (آداب المعلمین ص ۸۹)

ادب سکھانے کے لئے بچے کو تین ڈنڈیوں تک مارا جا سکتا ہے، جس نے اس سے زیادہ مارے قیامت والے دن اس سے قصاص (بدلہ) لیا جائے گا۔

ابن سحنون فرماتے ہیں: ولایجاوز بالادب ثلاثا (آداب المعلمین ص ۸۷)

ادب سکھانے کے لئے بچے کو تین ڈنڈیوں سے زیادہ نہ مارا جائے۔

فقہاءِ احناف کے مطابق تین سے تجاوز نہیں:

فقہاء احناف میں سے علامہ ابن عابدین، محمد امین بن عمر الشامی (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ردالمحتار علی "الدرالمختار: شرح تنویر الابصار" میں لکھتے ہیں:

وَلَا يُجَاوِزُ الثَّلَاثَ، وَكَذَلِكَ الْمُعَلِّمُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُجَاوِزَهَا قَالَ ﷺ لِمِرْدَاسٍ الْمُعَلِّمِ إِيَّاكَ أَنْ تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ، فَإِنَّكَ إِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلَاثِ اقْتَصَّ اللَّهُ مِنْكَ (ردالمحتار کتاب الصلاۃ ج ۲ ص ۸۶)

باپ جب اپنے بیٹے کو نماز کے لئے مارے تو تین سے زیادہ نہ مارے، اسی طرح استاذ کو بھی حق نہیں کہ وہ تین سے تجاوز کرے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مرداس نامی استاذ کو فرمایا تھا کہ: تین سے زیادہ مارنے سے بچو اگر تم نے تین سے زیادہ مارا تو قیامت والے دن تم سے بدلہ لیا جائیگا۔

تین سے زیادہ مارنا ہی ہے تو بچے کے باپ سے اجازت لو:

علامہ ابن سحنون (۲۰۲۔۲۷۵ھ) فرماتے ہیں:

ولا باس ان یضر بھم المعلم علي منافعھم ولا یجاوز بالادب ثلاثا الا ان یاذن الاب في اکثر من ذالک اذا آذي احدا

(آداب المعلمین لابن سحنون ضمن کتاب التربیة في الاسلام للاھواني ص ۳۱۰)

استاذ اگر ان کے منافع کے لئے مارے تو اس میں حرج نہیں، لیکن ادب سکھانے کے لئے تین سے زیادہ نہ مارے، ہاں اگر اس نے کسی کو ایذا دی ہے تو تین سے زیادہ ڈنڈیاں مارنے لئے بچے کے باپ سے اجازت لے۔

محمد بن ابي زید کا قول:

لا ینبغي لمؤدب الصبیان أن یزید في ضربھم إذا احتاجوا إلیه علی ثلاثة أسواط شیئاً (مقدمة ابن خلدون ج ۱ ص ۳۴۷. تعلیم بلاعقاب الدکتور محمود اسماعیل عمار دار عالم الکتب ص ۲۹۷)

بچوں کے استاذ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بوقتِ ضرورت ان کو تین سے زیادہ لکڑیاں مارے۔

ابن الحاج مالکي (المتوفي ۷۳۷ ھ) کا قول:

فاذا کان الصبي في سن من یُضرب علي ترک الصلواة واضطر الي ضربه ضربه ضربا غیر مبرح ولا یزید علي ثلاثة اسواط شیئا

(المنتقي من ابواب المعلمین والمتعلمین ص ۴۴۸)

جب بچہ عمر کے اس حصے میں ہے جس میں اسے نماز چھوڑنے پر مارا جاسکتا ہے (یعنی دس سال) اور اسے مارنے کے سوا کوئی راہ نہ بچی ہو تو اسے زخمی نہ کرنے والا مارے اور تین لکڑیوں سے زیادہ ہرگز نہ مارے۔

۴. مارنا تأدیب کے لئے ہو تعذیب کے لئے نہ ہو۔

مارنا ادب سکھانے کے لئے ہو، نہ اسے محض اذیت اور ایذا دینے کے لئے۔

۵. دس سال سے اسکی عمر زیادہ ہو:

بچہ دس سال کی عمر سے کم ہو تو اسے مارنا نہیں۔

۶. بہت بڑی غلطی پر مارنا:

کسی چھوٹی غلطی پر مارنا درست نہیں، ہاں جب اس سے بہت بڑی غلطی ہو جائے جیسے نماز نہیں پڑھتا تو اس کو تادیبا مارنا جائز ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ (رواه أبي داود)

اپنی سات سالہ اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو اگر وہ دس سال کے ہو کر بھی نہیں پڑھتے تو ان کو مارو۔ اور ان کے بستر الگ کرو۔

سنن دار قطنی میں حضرت انس سے مروی روایت کی مطابق تیرہ سال ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُرُوهُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِثَلَاثَ عَشْرَةَ (سنن الدارقطني ج ۱ ص ۲۳۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سات سالہ اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو اگر وہ تیرہ سال کے ہو کر بھی نہیں پڑھتے تو ان کو مارو۔

۷. وجہ بتائو؟

اگر استاذ نے شاگرد کی کوئی غلطی خفیہ طور پر دیکھ لی اور بن بتائے مارنا شروع کر دیا تو یہ درست نہیں ہے شاگرد کو آگاہ کرنا چاہیے کہ فلاں دن فلاں وقت اس نے یہ غلطی کی ہے۔

۸. رونے سے مت روکو:

اگر وہ روتا ہے تو اس کو رونے سے مت روکو۔

یہ کیسی سنگدلی ہو گی کہ شاگرد کو مارا بھی جا رہا ہو اور اسے ڈانٹا بھی جا رہا ہو کہ روئو مت۔

۹. غصے کے وقت نہ مارا جائے:

جب استاذ غصے کے عالم میں ہو اسے ہر گز ہر گز جائز نہیں کے ڈنڈا لیکر بچوں پر برسانا شروع کر دے اپنے غصے کی آگ مسلمانوں کے بچوں کے جسموں پر ٹھنڈی کرنا کہاں کا انصاف ہے کیونکہ غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے نقصانات اس وقت نظر نہیں آتے۔ اور غصے والے اقدامات کا ہمیشہ برا انجام نکلتا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک مجرم کو لایا گیا، فرمایا اس وقت اگر میں غصے میں نہ ہوتا تو تجھے ضرور سزا دیتا۔ سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ (رواه البخاري ومسلم بلفظ)

لَا يَحْكُمْ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ

کوئی بھی فیصلہ کرنے والا دو کے درمیان غصے کی حالت میں ہر گز فیصلہ نہ کرے۔

۱۰. خون نہ بہایا جائے:

اگر مارنے کے بغیر اصلاح کا کوئی چارہ نظر نہیں آ رہا تو بھی ایسا نہ مارنا چاہیے کہ جسم پر زخم آ جائیں، یا ہڈی پسلی ٹوٹ جائے یا جسم چھل جائے یا خون بہہ نکلے کیوں کہ اس سے منع آئی ہے جس طرح حبیب کریم ﷺ فرماتے ہیں:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا (صحيح مسلم)

بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال و سامان تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔

۱۱. مارنے کے بعد مرہم کرو:

اگر مارا ہے تو اس کے بعد اس پر پیار اور محبت اور شفقت بھی کرنا چاہیے

درشتی و نرمی بہم در بہ است   کہ جراح رگ زن و مرہم نہ است

سختی کی ساتھ نرمی بھی ضروری ہے کیونکہ جب جراح رگ کاٹ کر خراب خون نکالتا ہے تو بعد میں زخم پر مرہم بھی رکھتا ہے۔ وہ کیسا استاذ ہوگا جو رگ کاٹتا تو جانتا ہو مگر مرہم رکھنا نہ جانتا ہو۔

۱۲. سزا خطا کے مطابق ہو:

امام احمد بن حنبل کا فرمان

اثرم کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا کہ استاذ کا شاگردوں کو مارنا کیسا ہے تو فرمایا:

علي قدر ذنوبهم ويتقوقي بجهده الضرب وان كان صغيرا لا يعقل فلا يضربه (الآداب الشريعه ج ا ص ۴۵۱)

سزا خطا کے موافق ہے اور کوشش کر کے مارنے سے بچنا چاہیے اور شاگرد اگر چھوٹا اور بے سمجھ ہے تو اسے ہرگز مارنا نہیں چاہیے۔

۱۳. جب وہ اللہ کا نام لے تو مارنا بند کرو:

جب کسی کو مارا جارہا ہو اور وہ اللہ کا ذکر کرے تو مارنے سے ہاتھ روک دینا چاہیے ترمذی حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ فَارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ

(رواه الترمذي وابو يعلي والبيهقي في شعب الإيمان ج ۱۱ ص ۸۵،

ورواه البغوي في الشرح السنة المجلد ۹ الصفحة ۳۴۹ بلفظ)

إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ ، فَذَكَرَ اللّٰهَ ، فَلْيُمْسِكْ .

جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مار رہا ہو اور وہ اللہ کا ذکر کرے تو ان سے ہاتھ اٹھا دو۔

۱۴. چہرے پر مت مارو :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ

(رواه أبي داود ج ۴ ص ۲۸۵ و روی البخاری فی الأدب المفرد ج ۱ ص ۷۱ بلفظ)

إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.

تم میں سے کوئی جب اپنے خادم کو مارے تو چہرے پر نہ مارے۔

اسد بن وداعہ کہتے ہیں کہ "جزء" نامی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے گھر والے مجھے بہت غضبناک کر دیتے ہیں، تو مجھے بتائیے کہ میں ان کو کس طرح سزا دوں آپ نے فرمایا "تعفوا" تو ان سے درگذر کر۔ اس نے پھر یہ سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا پھر تیسری مرتبہ اس نے یہی سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا پھر فرمایا: فَإِنْ عَاقَبْتَ فَعَاقِبْ بِقَدْرِ الذَّنْبِ وَاتَّقِ الْوَجْهَ

(رواه الطبراني في المعجم الكبير ج ۲ ص ۲۹۰ و ابو نعیم فی معرفة الصحابة ج ۵ ص ۱۸۳)

اگر تجھے سزا دینی ہی ہے تو خطا کے مطابق دے اور چہرے پر مت مارنا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مارے تو چہرے پر مارنے سے بچے۔

مسند احمد اور طبرانی میں اس کی یوں مزید وضاحت آئی ہے کہ :

إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ . فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ

(رواه احمد في مسنده ج ۲ ص ۵۱۹ و رواه الطبراني في المعجم الكبير ج ۱۹ ص ۴۲۸)

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مارے تو چہرے پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالی نے آدم کو اپنے صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

۱۵۔ شاگردوں میں برابری کرو :

اگر کچھ شاگردوں سے ایک ہی قسم کی غلطی سرزد ہوئی ہے تو استاذ کو ضروری ہے کہ سب کو ایک جیسی سزا دے کسی کو کم کسی کو زیادہ سزا دینا یہ بھی ایک قسم کا ظلم ہے امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

اذا لم یعدل المعلم بین الصبیان کتب من الظلمة

(العیال لابن ابي الدنیا ص ۳۵۵)

[redacted]

۱۶. رعایت بھی ضروری ہے

جس کو مارا جائے اس کے حال اور افعال پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے اور خطا کے سبب کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۷. بلاوجہ مارنا؛

یہ اس کو باغی بنادیگا ۔استاذ کے خلاف شدید نفرت اس کے دل میں آجائے گی۔

۱۸. مشکل کام پر مارنا

ایسا کام کہا جو اس کے بس میں نہیں اور اسکے نہ کرنے پر اسے مارنا بھی ناجائز ہے مثلا استاذ شاگرد کے حافظے کو جانتا ہے کہ بمشکل ایک صفحہ یاد کر سکتا ہے اب اس کو پانچ صفحات یاد کرنے کو کہے اگر وہ نہ کرسکے تو اس پر ڈنڈے برسانا شروع کردے تو یہ ظلم ہے۔

۱۹. پہلی مرتبہ خطا پر مار نہیں

جب اس سے پہلی بار خطا کا ارتکاب ہوا ہے تو اس کو موقعہ دینا چاہیے۔

۲۸. پیاروں کی آگے نہ مارنا

والدین یا قریبی رشتہ داروں کے سامنے شاگرد کو نہیں مارنا چاہیے۔

۲۹. لوہے کی چیز سے مارنا جائز نہیں

صحیح مسلم میں ہے سیدنا ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ (صحیح مسلم)

جو اپنے بھائی کی طرف لوہے کی چیز سے اشارہ بھی کرتا ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں چاہے وہ اس کے باپ کی طرف سے بھائی ہو یا ماں کی طرف سے۔

۳۰. نازک اعضاء نہ مارا جائے:

نصوص شرعیہ اس بات پر گواہ ہیں کہ جس پر شرعی حد قائم کی جارہی ہو تو

اسکے دل، چھاتی، کان، آنکھ پر مارنا قطعاً جائز نہیں چہ جائیکہ پھولوں جیسے نازک بچوں کو اعضاء مخصوصہ یا اعضاءِ حساسہ پر مارا جائے۔ شریعت تو کہتی ہے کہ جو لوگ بڑے مجرم ہیں اور واقعی سزا کے مستحق ہیں ان کو بھی مارنے میں احتیاط کیا جائے چہ جائیکہ مسکین مسافر صغیر بچوں کو بے دردی سے مارا جائے۔

امام احمد بن حنبل کا فرمان:

قال احمد بن حنبل رحمه الله في حد الزاني لايضرب الرأس ولا الوجه ولا المذاكير (زاد المسير ج ٦ ص ٨)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے زانی کی پر حد (شرعی سزا) جاری کرنے کے لئے فرمایا: اس کو (کوڑے) ماتھے اور چہرے اور مذاکیر پر نہ مارے جائیں۔

اب یہ تو زانی کو سزا میں احتیاط ہے اور وہ مسکیں بچے ان کر سر پر مارنا اور انکا سر پھوڑ دینا، یہ کس شریعت کا حکم ہے؟

امام شافعي کا فرمان:

وقال الشافعي يتقي الوجه والفرج (مختصر اختلاف العلماء ج ٣ ص ٢٨٨)

امام شافعی نے فرمایا، شرعی حد میں، چہرے اور شرمگاہ پر نہ مارا جائے۔

اب یہ مجرم کو مارنے کا حکم ہے ادہر یہ مسکیں بچے جن کو مرغا بنا کر اس کے چوتڑوں پہ مارا جاتا ہے۔ یاللاسف

شرعي حد ميں لاٹھی کيسی ہو؟ اور مارنے کا انداز کيا ہو؟

جب کسی مجرم (زانی یا شرابی وغیرہ پر) حد جاری کی جارہی ہو تو اس کے لئے حکم ہے کہ لاٹھی نہ زیادہ سخت ہو کہ جسم کو شدید اذیت دے اور نہ ایسی ہلکی ہو کہ جس کا اثر ہی نہ ہو۔ اور مارتے وقت ہاتھ اتنا اوپر اٹھانا کہ بغل نظر آئیں اس سے منع آئی ہے۔ ابو عثمان الہندی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں ایک مجرم کو حد مارنے کے لئے پیش کیا گیا تو ایک لاٹھی لائی گئی۔

فَأُتِيَ بِسَوْطٍ فِيهِ شِدَّةٌ فَقَالَ : أُرِيدُ أَلْيَنَ مِنْ هَذَا ثُمَّ أُتِيَ بِسَوْطٍ فِيهِ لِينٌ فَقَالَ : أُرِيدُ أَشَدَّ مِنْ هَذَا. فَأُتِيَ بِسَوْطٍ بَيْنَ السَّوْطَيْنِ فَقَالَ : اضْرِبْ وَلاَ يُرَى إِبْطُكَ وَأَعْطِ كُلَّ عُضْوٍ حَقَّهُ. (السنن الكبرى للبيهقي ج ٨ ص ٣٢٦، مصنف ابن أبي شيبة ج ١٠ ص ٤٨، مصنف عبد الرزاق ج ٧ ص ٣٦٩)

تو ایک بہت سخت لاٹھی پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا اس سے نرم ہو، پھر ایک اور لاٹھی پیش کی گئی جس میں نرمی تھی تو فرمایا اس سے تھوڑی سخت ہو پھر نرم اور سخت کے درمیان لاٹھی پیش کی گئی اس وقت آپ نے فرمایا اس (مارنے والے) سے کہا: اسے مارو لیکن تیرے بغل نظر نہ آئیں (یعنی ہاتھ اتنے اوپر نہ اٹھانا کہ تیرے بغل نظر آنے لگیں) اور ہر عضو کو اسکا حق دو۔ (ماسوا ان اعضاء کے جن پر مارنے سے منع کی گئی ہے)

علماء کہتے ہیں کہ دھوکہ بازی اور شراب کی حد میں بھی ہاتھ اوپر اٹھانے نہیں چاہیں جس طرح حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ :

عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ : حَدُّ الْفِرْيَةِ ، وَحَدُّ الْخَمْرِ أَنْ تَجْلِدَ ، وَلاَ تَرْفَعَ يَدَكَ.

(مصنف ابن أبي شيبة ج ١٠ ص ٤٩)

اب یہ تو طریقہ ہے شرابی دھوکہ باز اور زانی کو سزا دینے کا، لیکن مسکین مسافر طلباء جو محض علم کے طلب میں خود کو مسافر بنائے ہوئے ہیں انکو دونوں ہاتھ اٹھاکر مارنا اور مار مار کر بے حال اور لہولہان کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ اور ان مولویوں کو کس نے ایسی سزا دینے کی اجازت دی ہے۔ مقصد ان کو آداب سکھانا ہے یا عذاب دینا؟؟

۳۱. باندھ کر مارنا جائز نہیں:

بعض مولویوں اور ماسٹروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بچوں کو رسیوں سے باندھ کر مارتے ہیں یہ کیسا ظلم ہے، جب کہ اسلام تو کہتا ہے کسی مجرم کو جس پر شرعی حد جاری کی جائے اس کو بھی باندھ کر حد جاری نہیں کی جاتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي دِينِنَا مَدٌّ وَلَا قَيْدٌ وَلَا تَجْرِيدٌ

ليس في ديننا مد ولا قيد وتجريد (عبدالرزاق . بيهقي سنن الكبرىٰ. كشاف القناع عن متن الإقناع ج ۲۰ ص ۴۰۱)

ہمارے دین میں باندھنا لٹکانا اور تنہائی میں بند کرنا نہیں ہے۔

۳۲. طلباء كي توهين:

طلباء کی توہین کرنا، آداب تربیت کے سخت خلاف ہے طلباء کو ایسے الفاظ کہنا جن سے ان کی عزت نفس مجروح ہوتی ہو، جیسے انہیں کہنا او جھوٹے، او چور، او بد بخت یا ان کو گالی دینا کبھی بھی درست نہیں ہے۔

۳۳. جوتے سے مارنا درست نہیں:

یہ توہین انسانیت ہے اس میں ذلت اور رسوائی ہے۔ نصوصِ شرعیہ میں کہیں بھی اسکا جواز نہیں ملتا۔ علماءِ النفس طلباء کو جوتے کے مارنے کے شدید مخالف ہیں۔

۳۴. بیجا ڈرانا دھمکانا:

طلباء کی جسمانی ذہنی اور دماغی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ ان میں خود بخود کچھ کرنے کا احساس پیدا ہو اور وہ خود کو اس بات کا اہل سمجھیں کہ وہ خود کچھ کر سکتے ہیں۔ وہ انداز صرف پیار اور محبت سے پیدا کیا جا سکتا ہے، مارنے ڈرانے دھمکانے سے تو ان کا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے۔

۳۵. کمر پر یا پیٹ مارنا درست نہیں:

شیخ قیرواني کا قول؛

کمر پر یا پیٹ پر مارنا جائز نہیں، اس طرح مارنا تو بے دینوں کا کام ہے۔

ولا ينبغي له ان يضرب لظهر ولا للبطن كما يفعل من لا دين له

(جامع جوامع الاختصار والتبيان فيما يعرض بين المعلمين وآباءِ الصبيان

تاليف الشيخ المغراوي المالكي (المتوفي ۸۹۸ هـ) ص ۵۴۷)

استاذ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ شاگرد کو کمر پر یا پیٹ پر مارے جس طرح وہ لوگ کرتے ہیں جن کا کوئی دین نہیں۔

شیخ قیروانی آگے فرماتے ہیں کہ اس سے غلیظ مار یہ ہے کہ اسکو پیٹ کے نچلے حصے پر مارے یا شرمگاہ پر مارے یا رگ پٹھوں کے ایسے مجموعے پر مارے کہ جہاں پر مردانیت کی رگیں جمع ہوئی ہیں کہ اسکا نسل ہی تباہ ہو جائے۔

شیخ قاسبي کا قول:

مذکورہ بالا کتاب میں شیخ قاسبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

یضربهم علي کل شيءِ ثلاثة اسواط تحت القدم

جس چیز پر اسے مارے تو تین مرتبہ مارے اور وہ پیروں کے تلووں پر مارے۔

۲۶. دس سے زیادہ مارنا تو قطعا درست نہیں

لاَ تَجْلِدُوا فَوْقَ عَشْرَةِ أَسْوَاطٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ.

(رواہ البخاري و احمد بن حنبل في مسندہ ج ۴ ص ۴۵ وفي مسلم بلفظ)

کسی کو دس سے زیادہ ڈنڈیاں مت مارو سوائے اللہ تعالی کی حدود میں سے کسی حد جاری کرنے کے۔

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح آئے ہیں۔

لاَ يُجْلَدُ أَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ

(رواہ مسلم و ابو دائود ج ۴ ص ۲۸۵)

دس سے زیادہ کی سزا نہیں دینی:

لَا عُقُوبَةَ فَوْقَ عَشْرِ ضَرَبَاتٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ.

(رواہ البخاري)

دس بار سے زیادہ سزا ہے ہی نہیں ماسوا اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے۔

اے مولوی صاحبو دس سے زیادہ مت مارو:

اگر آپ رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار غلام ہو تو سنو! آقاء کائنات کیا فرما رہے ہیں؟

لاَ تَضْرِبُوا فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ.

(مسند البزار ج ۹ ص ۲۵۷)

مت مارو دس بار سے زیادہ ماسوا اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے۔

لاَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمْ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

(المنتخب من مسند عبد بن حميد ج ۱ ص ۱۴۳)

تم میں سے کوئی دس بار سے زیادہ مت مارے ماسوا اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے۔

مجرم کیسا بھی ہو دس سے زیادہ مت مارو:

لاَ يُجْلَدُ أَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ

(السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ج ۸ ص ۳۲۷)

کسی (مجرم) کو بھی دس بار سے زیادہ لاٹھیاں نہیں ماری جائیں گی ماسوا اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے۔

دس سے زیادہ مارنا تو حلال ہی نہیں:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَجْلِدَ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (شرح مشكل الآثار ج ٦ ص ۲۲۳)

لا يحل لأحد أن يضرب أحدا فوق عشرة أسواط إلا في حد من حدود الله عز وجل (معرفة الصحابة ج ۱۹ ص ۱۳۸)

کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی کو دس سے زیادہ لاٹھیاں مارے سوائے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے۔

ضربِ فاحش مت مارو: ضرب فاحش (سخت مارنے) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس ضرب (مار) سے جلد پر نشان پڑ جائے اس کو بھی فقہاء نے ضرب فاحش میں داخل کیا ہے اور جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولیٰ ہے بلکہ ضرب فاحش سے خود اساتذہ کو تعزیر دی جائے گی۔

لحہء فکریہ

ذرا ٹھنڈے دل سے ہوش وخرد سے سوچ لیں وہ:

معلم و مُدرّس جو طلباء کو ایک ایک سو ڈنڈیاں مار کر سینچری بناتے ہیں۔

وہ قاری جو بچوں کو زنجیروں میں باندھ کر پڑھاتے ہیں۔

وہ ماسٹر جو شاگردوں کو مار مار کر زخمی اور وھمی بنادیتے ہیں۔

وہ مائیں اور وہ باپ جو اولاد پر تشدد کر کے ان کو نفسیاتی مریض بنادیتے ہیں۔

وہ فوجی جوان جو ٹریننگ کے وقت جوانوں کو سخت سزائیں دیکر بھگوڑا بنادیتے ہیں۔

وہ شوہر جو اپنی بیویوں کو مار مار کر جسم داغدار کر دیتے ہیں۔

وہ زمیندار جو مسکین ہاریوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔

وہ امیر جو اپنے نوکروں پر ظالمانہ تشدد کرتے ہیں۔

وہ سیاستدان جنہوں نے ٹارچر سیل بنا رکھے ہیں۔

وہ پولیس والے جو پیسے لے لے کر بیگناہ آدمیوں کو مار مار کر بے ہوش کر دیتے ہیں۔

اسلام تو کہتا ہے کہ اللہ کی حدود کے سوا کسی کو بھی دس سے زیادہ چھڑیاں مارنا حرام اور ناجائز ہے۔

آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کے لئے

المراجع والمآخذ

1. المكتبة الشاملة . (کمپیوٹر سافٹ ویئر جس میں مختلف علوم وفنون کی دس ہزار کتابیں موجود ہیں)
2. آداب المعلمين لمحمد بن سُحنون (المتوفي: 256ه).
3. مسائل في التربية والتعليم لابن ابي الزيد القير واني المالكي (المتوفي 386 ه)
4. الرسالة المفصلة لاحوال المتعلمين واحكام المعلمين والمتعلمين .
   لعلي بن محمد القابسي المالكي (المتوفي 403 ه).
5. المنتقي من ابواب المعلمين والمتعلمين .
   من كتاب المدخل لابن حجاج المالكي (المتوفي 737 ه).
6. جامع جوامع الاختصار والتبيان فيما يعرض بين المعلمين وآباءِ الصبيان .
   تاليف الشيخ المغراوي المالكي (المتوفي 898 هـ) .
7. وصايا الآباء والامراء لمعلمي الابناء لابي عبدالله عادل آل حمدان.
8. جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر .
9. تحفه اساتذه كرام لمولانا روح الله النقشبندي.
10. احكام الصغار لامام الفقيه محمد بن محمود بن حسين استروشني .
   الحنفي (سن التاليف 625 هـ).
11. انِسانِ كامل لدكتور خالد الغزنوي.
12. منهج التربية النبوية للطفل لدكتور محمد نور بن عبد الحفيظ السويد.
13. فن تربية الاولاد في الاسلام لمحمد سعيد مرسي.
14. اتجاهات حديثة في المناهج وطرق التدريس لدكتورة كوثر حسين كوچك.
15. موسوعة الام في تربية الاولاد في الاسلام لاحمد مصطفي متولي.
16. تعليم بلاعقاب لدكتور محمود اسماعيل عمار دار عالم الكتب.
17. التربية عبرالتاريخ .


بسم اللہ الرحمن الرحیم
السلسلة العلمية
صاحبزادہ محمد کرم اللہ قادری نقشبندی
کے زریں قلم سے لکھی ہوئی مزید کتابیں
القرآن و نزوله
حفظ القرآن
الحديث و علومه
الخلاف والاختلاف
الفقه و اصوله
السياسة في الاسلام
التصوف و سلوكه
الصحة والعافية
الكشف و حصوله
الموسيقي في الاسلام
الرؤيا و تعبيره
(خوابوں کا جہاں)
تربية الاولاد
العلم والعلماء
المعيشة الاسلامية
ناشر: جامعه مدينة العلم صالح آباد ملیر کراچی
رابطہ کیلئے: 0301-3461005
ADNAN GRAPHICS 0345-3563742
مکہ بک بائنڈنگ ہاؤس
عبد الحکیم بائنڈر (ٹائن کاپڑ) حیدرآباد
Mob: 0333-2773812 - 0333-2727682


كرمي ميديا نيٹ ورک
Tahreek Ansarul Muslimeen Pakistan
كرمي ميديا نيٹ ورک
روحاني آواز
You Tube
روحاني آواز
روحاني آواز آفيشل
+923337071410
www.peerdilbar.com
www.peerdilbar.com
روحاني آواز
92333 7071410
www.peerdilbar.com
twitter
YouTube
روحاني آواز
تحریک انصار المسلمین پاکستان